الله اکبر

نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں

از قلم
قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

محمد عباس رضوی صاحب

مکتبۃ المدینۃ المنورہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وضع اليدين في الصلوة و بيان مواضعه

المعروف

نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں؟

بفیضان کرم

محدث کبیر، مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا

محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی

از قلم

قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

ناشر: مکتبة المدينة المنورة

مرکز الاویس، دربار مارکیٹ ستا ہوٹل لاہور۔ فون ۶۵۲۲۳۳۵۔۰۳۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ------ نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں؟

تحریر ------ قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

نظر ثانی --- صاحبزادہ سید محمد شاہ صاحب، رانا نعیم اللہ خاں

اشاعت اوّل ------- دسمبر ۲۰۰۵ء

صفحات ------- ۱۳۶

ہدیہ ---- 80 روپے

ناشر ----------- مکتبۃ المدینۃ المنورۃ

ملنے کا پتہ

مکتبۃ المدینۃ المنورۃ

دکان نمبر ۶ داتا دربار مارکیٹ سستا ہوٹل

لاہور

فون نمبر ۰۳۰۰-۶۵۲۲۳۲۵

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس رسالہ میں ہم نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں کلام کریں گے کیونکہ یہ مسئلہ بھی اس پرفتن دور میں بہت زیادہ طوالت پکڑ گیا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا محل کیا ہے اور کس طرح باندھے جائیں؟

ہاتھ باندھنا سنت ہے

حدیث نمبر ا۔۲

عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال: انا معشر الانبياء أمرنا أن نؤخر سحورنا و نعجل فطرنا و أن نمسک بأيماننا على شمائلنا في صلاتنا.

(أخرجه ابن حبان في الصحيح جلد ٥ صفحه ٦٧.٦٨ برقم ١٧٧٠. والطبراني في الكبير جلد ١١ صفحه ١٩٩ برقم ١١۴٨٥ وفي الأوسط جلد ٢ صفحه ٢۴٧ برقم ١٨٨۴ من طريق عمرو بن الحارث عن عطاء عن ابن عباس. مرفوعا

والطيالسي في مسنده صفحه ٣۴٦ برقم ٢٦٥۴ وأبو القاسم الجرجاني في تاريخه صفحه ١٣٦ برقم ١٦٦ والبيهقي في السنن الكبرى جلد ۴ صفحه ٢٣٨ وعبد بن حميد في مسنده صفحه ٢١٢ برقم ٦٢۴ من طريق طلحة بن عمرو عن عطاء عن ابن عباس. مرفوعا

وابن سعد في الطبقات الكبرى جلد ١ صفحه ٣٨٥ مرسلا عن عطاء

والطبراني في الكبير جلد ١١ صفحه ٧ برقم ١٠٨٥١ وفي الأوسط جلد ۴ صفحه ٢٩٧ برقم ۴٢۴٩ من طريق سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن طاؤس عن ابن عباس. مرفوعا. وقال الهيثمي: في المجمع الزوائد جلد ٢ صفحه ١٠٥. رواه

الطبراني و رجاله رجال الصحيح)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نبیوں کا گروہ ہیں ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی سحری میں تاخیر کریں اور اپنی افطاری میں جلدی کریں اور یہ کہ ہم اپنی نمازوں میں اپنے دائیں ہاتھوں سے اپنے بائیں ہاتھوں کو پکڑیں۔

ان دونوں احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور اس کا انبیاء کرام علیہم السلام کو حکم دیا گیا تھا لہذا ثابت ہوا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے نہ کہ چھوڑ دینا۔ یہ احادیث اور آئندہ ذکر ہونے والی احادیث امام مالک اور اہل تشیع پر حجت ہیں کیونکہ صحیح احادیث مبارکہ سے نماز میں ہاتھ باندھنا ثابت ہے۔

حدیث نمبر۳

عن عبد الله بن مسعود قال: مر بي النبي ﷺ وأنا واضع يدي اليسرى على اليمنى ، فاخذ بيدي اليمنى فوضعها على اليسرى .

(أخرجه ابن ماجه في السنن صفحه ۱۲۶ برقم ۸۱۱ وأبوداؤد في السنن صفحه ۱۲۳ برقم ۷۵۵ كتاب الصلاة ،والنسائي في السنن صفحه ۱۳۸ برقم ۸۹۰ في كتاب الافتتاح ، و ابو يعلى في مسنده جلد ۸ صفحه ۴۵۵ برقم ۵۰۴۱ والواسطي في تاريخه صفحه ۹۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ میرے قریب سے گزرے اور میں نے دائیں ہاتھ پر بائیں ہاتھ کو رکھا ہوا تھا پس آپ ﷺ نے میرے دائیں

ہاتھ کو پکڑ کر بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔

علامہ شوکانی نے کہا کہ ,,قال ابن سيد الناس رجاله رجال الصحيح،،۔

ابن سید الناس رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (نیل الأوطار جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ، اسناده حسن ۔اس کی سند حسن ہے۔

(فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۶۰۷ بیت الافکار الدولیۃ الریاض)

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دائیں ہاتھ سے بائیں کو پکڑنا ہے نہ کہ بائیں سے دائیں ہاتھ کو۔ اگر کوئی بائیں ہاتھ سے دائیں کو پکڑے گا تو یہ بھی غلط اور خلاف سنت ہے

حدیث نمبر۴

عن جابر قال :مر رسول الله ﷺ برجل وهو يصلي قد وضع يده اليسرى على اليمنى فانتزعها ووضع على اليسرى.

(أخرجه أحمد في مسنده جلد ۳ صفحه ۳۸۱ والطبراني في الأوسط جلد ۸ صفحه ۲۷ برقم ۷۸۵۷ ،والواسطي في تاريخه صفحه ۹۴ في ترجمة حجاج بن ابي زينب السلمي والقزويني في التدوين في أخبار قزوين جلد۳ صفحه ۲۵۰ .

وقال الهيثمي في المجمع الزوائد جلد ۲ صفحه ۱۰۴ . رواه أحمد والطبراني في الأوسط و رجاله رجال الصحيح)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہا تھا اس نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے اس کو ہٹا کر بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ دیا۔

ان دونوں احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھنا غلط ہے ورنہ نبی

اکرم ﷺ ان کے ہاتھوں کو نہ بدلتے۔

علامہ شوکانی نے لکھا کہ ،والحدیث یدل علی ان المشروع وضع الیمنی علی الیسری دون العکس ولا خلاف فیه بین القائلین بمشروعیة الوضع .

(نیل الأوطار جلد ۲ صفحه ۹۵)

پس ثابت ہوا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھنا سنت ہے۔

ہاتھ باندھنا اور اس کا محل

حدیث نمبر ۵

عن سهل بن سعد قال كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل اليد اليمنى على ذراعه اليسرى في الصلوة .وقال ابو حازم لا أعلمه الا ينمى ذلک الى النبي ﷺ

(أخرجه البخاري في الصحيح جلد ۱ صفحه ۱۴۹ برقم ۷۴۰ ومالک في الموطا صفحه ۱۴۷ وأحمد في مسنده جلد ۵ صفحه ۳۳۶ وأبو عوانة في مسنده جلد ۱ صفحه ۴۲۹ برقم ۱۵۹۷ و جلد ۲ صفحه ۹۷ والطبراني في الكبير جلد ۶ صفحه ۱۴۰ برقم ۵۷۷۲ والخطيب في الكفاية في علم الرواية صفحه ۲۱۶)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کو (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو) حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ,,ذراع،، پر رکھیں اور ابو حازم کہتے ہیں کہ مجھے صرف اور صرف یہی معلوم ہے کہ حضرت سہل بن سعد نے اس کو نبی اکرم ﷺ تک پہنچایا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ذراع پر رکھنا سنت ہے۔ غیر مقلدین اکثر اس روایت کو اپنی دلیل بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں تو اس روایت کے بارے میں ہم تفصیلا عرض کرتے ہیں اس روایت میں انسانی اعضاء میں سے دو کا ذکر ہے۔

اولاً: ہاتھ ثانیاً: ذراع

ہاتھ کہاں سے کہاں تک ہے

لغت کی مشہور و معتبر کتاب ,,لسان العرب،، میں ہے

الید من اطراف الاصابع الی الکف۔ (لسان العرب جلد ۱۵ صفحہ ۴۱۹)

یعنی ہاتھ انگلیوں کے کنارے سے لے کر ہتھیلی تک ہے۔ اور ہتھیلی کی ابتدا گٹ سے ہوتی ہے

,,لاروس،، میں ہے۔ الید: الکف أو من أطراف الأصابع الی الکتف (لاروس صفحہ ۱۳۰۴) ,,الغریب لابن قتیبہ،، میں ہے۔

قوله تكوعت يده من الكوع .وهو ان تعوج اليد من قبل الكوع والكوع رأس الزند الذى يلى الابهام . (جلد۲ صفحہ ۳۰۷)

ذراع کہاں سے کہاں تک ہے

ذراع کا لفظ بازو کے کس حصہ کے لیے بولا جاتا ہے؟ عربی اردو کی مشہور لغت ,,المنجد،، میں ہے، الذراع من الرجل۔ کہنی سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے تک کا حصہ (المنجد صفحہ ۳۵۱) اور لغت عرب کی مشہور کتاب ,,لسان العرب،، میں ہے

الذراع : ما بين طرف المرفق الى طرف الاصبع الوسطى .

(لسان العرب جلد ۸ صفحه ۹۳)

ذراع: کہنی کے سرے سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے کے درمیانی حصہ تک۔

اب اس حدیث مبارکہ کو سمجھنا آسان ہو گیا جب ہمیں ہاتھ اور ذراع کی حدود کا علم ہو گیا۔

الید: گٹ سے لیکر انگلیوں کے سرے تک ہوتا ہے بالخصوص جب ذراع کے مقابلہ میں استعمال ہو، اور ,, الذراع: کہنی سے لیکر ہاتھ کی درمیانی انگلی کے سرے تک۔

اور حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ذراع پر رکھیں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ ہاتھ تو مکمل ذراع پر آنہیں سکتا کیونکہ ذراع ہاتھ سے بڑی ہے، آخر ہاتھ کو ذراع کے کون سے حصہ پر رکھنا ہے تو اس روایت میں وہ محل نہیں بتایا گیا کہ ذراع کے کس مقام پر ہاتھ رکھا جائے۔ اگر گٹ پر گٹ رکھ کر دیکھا جائے تو بھی ہاتھ مکمل ذراع پر نہیں آسکتا کہ مکمل ذراع پر رکھنا مراد ہو، یہ ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ مکمل ذراع پر تو ہاتھ آئے گا ہی نہیں۔

اگر گٹ سے کچھ آگے (یعنی کہنی کی طرف) ہاتھ رکھا جائے تو اس صورت میں ہاتھ ذراع پر نہیں بلکہ ذراع پر ذراع آئے گی جیسا کہ عام غیر مقلدین کا طریقہ ہے تو یہ خلاف سنت ہوگا کیونکہ ذراع پر ذراع رکھنے کا حکم نہیں بلکہ ذراع پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے، تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ ذراع کا ایسا حصہ ہے جس پر ہاتھ رکھنے سے ذراع پر ذراع کا اطلاق نہ ہو بلکہ ذراع پر ہاتھ کا اطلاق ہو۔

تو لازم ہے کہ ہتھیلی کا وہ حصہ جو انگوٹھے سے متصل ہے اس کو گٹ پر رکھا جائے گا تب ہی ذراع پر ہاتھ کا اطلاق ہوگا، ورنہ اگر ہاتھ کا وہ حصہ گٹ سے تھوڑا سا بھی آگے رکھا جائے گا تو ذراع پر ذراع کا اطلاق ہوگا۔ ذراع کا وہ مقام مبہم ہے جس پر ہاتھ رکھنا ہے

جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے،

(قوله على ذراعه) ابهم موضعه من الذراع. (فتح الباری جلد۲ صفحہ ۲۷۸ و جلد ۱ صفحہ ۲۰۶)

پس معلوم ہوا کہ ,, ذراع،، کا مقام مبہم ہے کہ ہاتھ ذراع کے کس حصہ پر رکھا جائے۔ اب ہم سب سے پہلے یہ دیکھیں گے کہ احادیث مبارکہ میں اس کی وضاحت ہے یا نہیں؟

اگر احادیث مبارکہ سے اس محل کا علم ہو جائے تو پھر اس محل پر ہاتھ رکھا جائے گا۔

حدیث نمبر ۶

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرف ضرور دیکھوں گا کہ آپ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے ہیں پس میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا کہ آپ ﷺ نے قیام فرمایا پھر تکبیر کہی،، ورفع يديه حتى حاذتا باذنيه ثم وضع يده اليمنى على كفه اليسرى والرسغ والساعد . . .

اور اپنے ہاتھوں کو اٹھایا حتی کہ ان کو اپنے کانوں کے برابر کیا پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور گٹ اور کلائی پر رکھا۔

(اخرجه ابن الجارود في المنتقى صفحه ۷۲ برقم ۲۰۸ وابن خزيمة في الصحيح جلد ۱ صفحه ۲۴۳ برقم ۴۸۰ و ابن حبان في الصحيح جلد ۵ صفحه ۱۷۰ برقم ۱۸۶۰ وأبو داؤد في السنن برقم ۷۲۷ والنسائي في السنن المجتبى برقم ۸۸۹ وفي الكبرى جلد ۱ صفحه ۳۱۰ برقم ۹۶۳ و أحمد في مسنده جلد ۴ صفحه ۳۱۸)

غیر مقلدین کی مسلک سے وفا اور حدیث سے بے وفائی

غلام مصطفیٰ امن پوری غیر مقلد نے مذکورہ بالا دونوں روایتوں کو ذکر کیا اور اپنی مسلک کے ساتھ وفا کرتے ہوئے اور حدیث مبارکہ سے بے وفائی کرتے ہوئے ان کو اپنے مسلک کی تائید میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کے تحت لکھتا ہے۔

,,یہ روایت موطا امام مالک (۱/۱۵۹) اور مسند امام احمد: (۵/۳۳۶) میں بھی آتی ہے، لغت عرب کی مشہور و مستند کتاب ,,لسان العرب لابن المنظور: ۸/۹۳،، میں لکھا ہے: ,,الذراع :ما بین طرف المرفق الی طرف الاصبع الوسطی ،، یعنی: ,,ذراع،، کہنی کے سرے سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے کے درمیان حصے کو کہتے ہیں،،

جناب وحید الزمان قاسمی کیرانوی صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: ,,انسان کا ذراع کہنی کے سرے سے درمیانی انگلی کے سرے تک ہوتا ہے۔،، (القاموس الوحید: ۵۶۷) اس حدیث پر عمل ہو تو ہاتھ زیر ناف آہی نہیں سکتے، تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

دلیل نمبر ۲: سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: (وضع یدہ الیمنی علی ظهر کفه الیسری والرسغ والساعد) یعنی: ,,نبی کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت، کلائی اور ساعد (کلائی سے لے کر کہنی تک) پر رکھا۔

(ابو داود: ۱/۱۰۵ حدیث: ۷۲۶، ۷۲۷) (نسائی: ۲/۱۲۶ حدیث: ۸۹۰) (مسند احمد: ۴/۳۱۸) اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۴۸۰) امام ابن حبان (۴۸۵ مورد) امام نووی (خلاصۃ الاحکام از نووی: ۱/۳۵۶) اور مشہور غالی حنفی نیموی (متوفی: ۱۳۲۲ھ) نے بھی اس کی سند کو ,,صحیح،، کہا ہے (آثار السنن: حدیث: ۳۲۳) امام عبد القادر حنفی (۶۹۶۔۷۷۵ھ) نے ,,حسن،، کہا ہے (الحاوی فی بیان آثار الطحاوی: ۱/۴۵۲)

یہ حدیث پہلی حدیث کی مؤید ہے، جب دایاں ہاتھ بائیں بازو کی کہنی پر رکھا جائے تو ہاتھ خود بخود سینے پر آجاتے ہیں۔ (غ۔م) (تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوۃ الرسول صفحہ ۱۵۵)

قارئین! ہم نے امن پوری کی پوری عبارت کو نقل کیا ہے۔ اب ان کی چالاکی اور غلط بیانی

ملاحظہ فرمائیں۔

اولا: حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ کے تحت غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ ,,اس حدیث پر عمل ہو تو ہاتھ زیر ناف آہی نہیں سکتے ہیں، تجربہ کر کے دیکھ لیں،، یہ سراسر غلط بیانی ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ حدیث مبارکہ میں ہاتھ ذراع پر رکھنے کا حکم ہے نہ کہ کہنی پر۔ جب ہاتھ ذراع پر رکھیں گے تو ہاتھ بغیر کسی مشکل کے زیر ناف آجائیں گے، البتہ سینہ پر باندھنے سے مشکل میں پڑ جائیں گے۔

اس کا واضح بیان امن پوری صاحب اپنے ٹولہ کے مناظر طالب الرحمٰن شاہ صاحب آف راولپنڈی سے پوچھ لیں، جن کے سامنے ایک غیر مقلد نے ہی مری میں غیر مقلدین کی مسجد میں تقریبا چالیس آدمیوں کی موجودگی میں ان سے کہا تھا کہ اس طرح تو آسانی سے ہاتھ زیر ناف آتے ہیں اور جناب کے مناظر صاحب فوراً اس روایت کو چھوڑ کر دوسری کو اپنی دلیل بنانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

(اس مناظرہ کی روئیداد انشاء اللہ العزیز ہم اسی رسالہ کے آخر میں پیش کریں گے)

ثانیا: امن پوری صاحب نے حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں اپنے مسلک سے وفا کرتے ہوئے حدیث سے جو بد دیانتی کی ہے ملاحظہ فرمائیں، حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں۔

,,وضع یدہ الیمنی علی ظهر کفه الیسری والرسغ والساعد،،

ان الفاظ میں بائیں بازو کے تین محل بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) ,,ظهر کفه الیسری،، جس کا معنی ہے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت۔

بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر جب ہاتھ رکھیں گے تو انگلیاں کلائی پر ہوں گی۔

(۲) ,,الرسغ،، اس لفظ کا معنی امن پوری صاحب نے ,,کلائی،، کیا ہے جو غلط ہے۔

عربی اردو لغت کی مشہور کتاب ,,المنجد،، میں ہے الرسغ والرسغ۔ گٹا۔ پہنچا۔
(المنجد صفحہ ۳۸۳)

اور عربی کی مشہور زمانہ لغت ,,لسان العرب،، میں ہے۔

الرسغ: مفصل ما بين الكف والذراع۔ (لسان العرب جلد ۸ صفحہ ۴۲۸)

یعنی ہتھیلی اور کلائی کا درمیانی جوڑ۔ یعنی گٹ۔

اور اسی طرح مولوی صادق سیالکوٹی کی اسی کتاب کی تخریج عبدالرؤف بن عبدالحنان نے کی ہے اور اس میں بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے جس طریقہ و کیفیت سے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ طریقہ و کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور کلائی پر رکھا۔ (صلوۃ الرسول مع تخریج عبدالرؤف غیر مقلد صفحہ ۲۲۹)

اس میں بھی ,,الرسغ،، کا ترجمہ ہی نہیں کیا گیا اس لیے کہ ہماری اکثریت کا طریقہ اس کے خلاف ہے، وہ ناراض نہ ہو جائیں، اس میں لیے ترجمہ کی جگہ کو ہی چھوڑ دیا گیا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر نقل کیا۔

لیکن نجدی مولویو! یاد رکھو، یہ بے شک ناراض ہو جائیں کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن حدیث نبوی ﷺ میں توڑ مروڑ سے بڑا فرق پڑے گا۔ حدیث نبوی ﷺ میں اپنی من مانیاں اور مسلک پرستی کی وجہ سے ان میں بد دیانتیاں کر کے قیامت کے دن خدا اور اس کے رسول جل جلالہ و ﷺ کے سامنے کس منہ سے جاؤ گے؟

لیجیے غیر مقلدین کے گھر کا ترجمہ

خواجہ قاسم نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب ,,قد قامت الصلوۃ،، میں نقل کیا ہے لکھتا ہے۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی نماز کا نقشہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ والساعد. (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۴۳)

پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت پہنچے اور کلائی پر رکھا۔

(قد قامت الصلوۃ صفحہ ۲۰۴)

اور مولوی جی کے بڑوں نے ہی اس کا ترجمہ ,,جوڑ،، کیا ہے ملاحظہ ہو۔

,,نماز نبوی صحیح احادیث کی رشنی میں،،۔ جس کو ڈاکٹر شفیق الرحمٰن نے ترتیب دیا ہے اور اس پر تحقیق و تخریج اسی زبیر علی زئی کی ہے اور اس کی تصحیح و تنقیح کا کام حافظ صلاح الدین یوسف اور عبدالصمد رفیقی نے سرانجام دیا ہے۔ اس میں اس روایت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی (کی پشت)، اس کے جوڑ اور کلائی پر رکھا۔

(نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۱۴۵)

پس ثابت ہوا کہ امن پوری کا ,,الرسغ،، کا ترجمہ کلائی کرنا غلط ہے اس سے مراد کلائی اور ہتھیلی کے درمیان والا جوڑ ہے۔

پس جب بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر ہاتھ کا کچھ حصہ رکھیں گے تو کچھ حصہ ہتھیلی اور کلائی کے درمیانی جوڑ پر بھی آ جائے گا اور کچھ حصہ کلائی پر بھی آئے گا یعنی انگلیاں کلائی پر آ جائیں گی۔

پس ثابت ہوا کہ صحیح طریقہ سے جب ہاتھ کو اس طرح رکھیں گے کہ ہتھیلی کی پشت پر بھی آئے اور جوڑ پر بھی اور کلائی پر بھی تو اس طرح ہاتھ رکھنے کے بعد ہاتھ آسانی سے زیر ناف ہی آتے

ہیں نہ کہ سینہ پر۔

امن پوری صاحب نے شاید دونوں لفظوں کا ترجمہ کلائی اس لیے کیا کہ ان کی اکثریت کلائی پر کلائی رکھتی ہے جو کہ خلاف سنت ہے۔ جب اس طرح ہاتھ باندھنے کے بارے میں اس کو کوئی اور روایت نہ ملی تو اس نے اس حدیث کا ترجمہ اپنی مرضی سے اپنے مسلک کے ان لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اور ان کے دل رکھنے کے لیے کلائی ہی کر دیا۔

اسی لیے تو بعد میں لکھا کہ

,,جب دایاں ہاتھ بائیں بازو کی کہنی پر رکھا جائے تو ہاتھ خود بخود سینے پر آجاتے ہیں،،

حدیث مبارکہ میں تو کہنی پر رکھنے کا ذکر ہی نہیں بلکہ یہ مولوی جی کا اختراعی معنی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے مسلک سے وفا کا عہد کیا ہے اس لیے جو احادیث مبارکہ میں نظر نہ آیا اس کو اپنی جیب سے نکال کر لگا لیا۔

حدیث مبارکہ میں تو کلائی کا ذکر ہے اور وہ بھی مقید کہ کلائی کا وہ حصہ جس پر ہاتھ ہو تو گٹ پر بھی ہو اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر بھی۔

شاید مولوی جی یہ مفہوم اس لیے بیان کر رہے ہوں کہ وہ دنیا کا ایک نیا عجوبہ ہوں کہ جن کا دایاں ہاتھ اتنا لمبا ہے کہ وہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت سے لے کر کہنی تک پہنچتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ جب حدیث مبارکہ میں بیان کردہ الفاظ کے مطابق ہاتھ رکھے جائیں گے تو ہاتھ خود بخود سینے پر نہیں بلکہ زیر ناف ہی آتے ہیں۔

پس یہ روایات تو احناف کی تائید کرتی ہیں

ان دونوں احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہاتھ کو رکھنے کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت، گٹ اور کلائی پر بھی ہاتھ ہو یعنی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اس طرح

رکھا جائے کہ بیک وقت تینوں مقامات پر ہو تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ انگوٹھا گٹ پر ہو اور انگلیاں کلائی پر اور انگوٹھے کے ساتھ والا پچھلا حصہ جو گٹ کی طرف ہے وہ ہتھیلی کی پشت پر، اسی صورت میں ان احادیث مبارکہ پر عمل ہو سکتا ہے اور اگر دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی کہنی کے قریب تک رکھیں تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر ہاتھ نہیں آئے گا اور نہ ہی گٹ پر بلکہ گٹ اور ہتھیلی کی پشت پر کلائی آئے گی اور بخاری شریف کی حدیث سہل میں کلائی پر کلائی رکھنے کا بیان نہیں بلکہ کلائی پر ہاتھ رکھنے کا بیان ہے۔ پھر ایک اور حدیث مبارکہ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہی نبی اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ،،

يضع يده اليمنى على اليسرى في الصلاة قريبا من الرسغ.

(اخرجه الطبراني في الكبير جلد ۲۲ صفحه ۲۵ برقم ۵۲ والدارمي في السنن جلد ۱ صفحه ۳۱۲ برقم ۱۲۴۱ و ذكره الشوكاني في نيل الأوطار جلد ۲ صفحه ۱۹۳)

یعنی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں (ہاتھ کی پشت) پر گٹ کے قریب رکھا۔

یاد رہے کہ یہاں ہاتھ کی پشت پر جو میں نے ترجمہ کیا ان الفاظ کا ذکر شوکانی نے کیا ہے۔

ایک اور بات کہ بعض احادیث مبارکہ میں ,,فاخذ،، کا لفظ ہے یعنی دائیں ہاتھ سے بائیں کو پکڑا اور بعض میں ہے ,,وضع،، کہ رکھا۔

ان دونوں پر ایک وقت میں عمل صرف اور صرف احناف کے طریقہ سے ہی ممکن ہے۔

جیسا کہ امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے فرمایا

واستحسن كثير من مشائخنا الجمع بينهما بان يضع باطن كفه على كفه

اليسرى و يحلق بالخنصر والابهام على الرسغ.

(عمدة القاری جلد ۵ صفحہ ۲۷۹)

یعنی ہمارے کثیر مشائخ نے اس کو اچھا سمجھا کہ دونوں حدیثوں کو جمع کیا جائے وہ اس طرح کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے تا کہ رکھنے والی پر عمل ہو جائے اور چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے گھیرا بنا کر بائیں ہاتھ کے جوڑ کو پکڑے تا کہ پکڑنے والی پر بھی عمل ہو جائے۔

اور اس طریقہ سے دایاں ہاتھ بائیں کی ہتھیلی کی پشت پر بھی ہوگا، گٹ پر بھی اور کلائی پر بھی ہوگا پکڑا بھی جائے گا اور رکھا بھی جائے گا کیونکہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کے گھیرے سے پکڑا گیا اور انگلیاں کلائی پر رکھی گئیں۔ پس اس طرح تمام روایات پر عمل ہو سکے گا اور کسی حدیث کو ترک کرنے سے بہتر ہے کہ ان میں تطبیق پیدا کی جائے۔

جیسا کہ ایک غیر مقلد بشیر الرحمٰن سلفی لکھتا ہے

اصول تطبیق احادیث میں ایک معروف اصول ہے ورنہ مسائل میں مختلف آراء کے سیل بلاخیز میں کوئی بھی چیز ہمارے ہاتھ نہ آسکے۔ بہت کم مسائل ہیں جن کی تصریح و وضاحت میں اختلاف نہ ہوگا اسی توفیق کی وجہ سے ہی ہم ان پر عمل کے قابل ہوئے ہیں۔

(روح عبادت الدعا صفحہ ۶)

پس اس غیر مقلد کی عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جہاں تک ہو سکے احادیث میں تطبیق کرنی چاہیے جن میں تطبیق پیدا کی جا سکے۔

تو اب تک ان تمام روایات جن کو ہم نے ذکر کیا ہے ان میں تطبیق ہو سکتی ہے اور وہ ایسے ہی ممکن ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

اب ہم وہ احادیث مبارکہ نقل کرتے ہیں جن میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کے صریح الفاظ موجود ہیں

زیر ناف ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں صریح احادیث

حدیث نمبر ۱:

حدثنا وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رايت النبی ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة .

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۰ طبع کراچی، وجلد ا صفحہ ۴۲۷ طبع ملتان)

بسند مذکور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے نماز میں اپنے بائیں ہاتھ مبارک پر اپنا دایاں ہاتھ مبارک ناف کے نیچے رکھا۔

اس حدیث مبارکہ کی سند صحیح ہے

لیکن غیر مقلدین جب اس حدیث مبارکہ کا اور کوئی جواب نہیں دے پاتے تو یہ شور ڈالنا شروع کر دیتے ہیں کہ اس میں ,,تحت السرة،، کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے اصل نسخہ میں نہیں ہیں۔ اور یہ کہ اس حدیث مبارکہ میں قاسم بن قطلوبغا نے یہ الفاظ اپنی طرف سے بڑھائے ہیں لیکن یہ بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اولا: اس لیے کہ کئی کتب احادیث ایسی ہیں جن کے کئی کئی نسخے موجود ہیں اور ان میں سے کئی میں کچھ احادیث زائد ہیں جبکہ کئی میں وہ احادیث ہیں ہی نہیں جیسا کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے ,,بستان المحدثین،، میں موطا امام مالک کے سولہ سترہ نسخوں کا ذکر کیا ہے اور ان میں کئی نسخے وہ ہیں جن میں کئی احادیث موجود ہیں لیکن کچھ میں نہیں۔ اسی طرح کئی میں کچھ احادیث مرفوع ہیں لیکن کچھ میں موقوف۔ اسی طرح کئی کتب شائع ہو چکی ہیں لیکن بعض بزرگوں نے ان کے حوالے سے جو احادیث نقل کی ہیں وہ ان میں نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں

کہ وہ احادیث ہی نہیں جیسا کہ موجودہ مصنف عبدالرزاق کا وہ نسخہ جو شائع ہو چکا ہے اس میں حدیث جابر یعنی حدیث نور نہیں ہے لیکن اب جو نسخہ دستیاب ہوا ہے اس میں یہ حدیث مبارکہ صحیح سند کے ساتھ موجود ہے جو انشاءاللہ جلد ہی شائع ہو جائے گا۔

اور پھر علامہ حیات سندھی نے اس کا انکار کیا کہ یہ مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں ہے تو اس کے جواب میں علامہ قائم سندھی نے ایک رسالہ ,,فوز الکرام،، لکھا جس میں انہوں نے علامہ حیات سندھی کا رد بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ میں نے ایک نسخہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جس میں اسی حدیث مبارکہ میں یہ لفظ موجود ہیں۔ اس نسخہ کی نشاندہی بھی کی کہ وہ نسخہ شیخ عبدالقادر کی لائبریری میں موجود ہے۔ اسی طرح علامہ محمد ابوطیب المدنی نے ,,شرح ترمذی،، میں اس کی سند کے بارے میں ذکر کیا کہ اس کی سند قوی ہے اور علامہ عابد سندھی نے ,,طوامع الانوار،، میں کہا کہ رجالہ ثقات .

غیر مقلدین کے گھر سے گواہی

غیر مقلدین کے محدث علامہ وحید الزمان نے بھی موطا امام مالک کے ترجمہ میں اس کو ابن ابی شیبہ کی روایت بتایا ہے، ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

اور ابن ابی شیبہ نے وائل بن حجر سے مرفوعا ,,تحت السرة،، نقل کیا ہے۔

(موطا امام مالک مترجم صفحہ ۱۳۷ اسلامی اکادمی لاہور)

اور اسی طرح ایک اور غیر مقلد مولوی عبدالرؤف بن عبدالحنان سندھو نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت ہے۔

,,مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں حدیث وائل بن حجر کے ایک طریق میں ,,تحت السرة،، کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے احناف میں سے بعض نے زیر ناف ہاتھ رکھنے

پر اس سے بھی دلیل لی ہے۔۔۔۔ (صلوۃ الرسول مع تخریج وتعلیق صفحہ ۲۳۰)

پس ثابت ہوا کہ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ کی ہی ہے

امن پوری غیر مقلد نے تقی عثمانی دیوبندی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ,,ہم کہتے ہیں نیموی حنفی کی بات صحیح نہیں ہے مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں یہ زیادتی مذکور نہیں ہے،،

(تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوۃ الرسول صفحہ ۱۵۰)

مولوی جی اپنے مولوی کی عبارت ہی دیکھ لیتے کہ اس نے تو کہا ہے کہ کسی نسخہ میں یہ الفاظ ہیں اور جناب ہیں کہ ابھی تک اس کا انکار کرتے جا رہے ہیں جناب کے بڑے وحید الزمان نے بھی اسے مصنف کی روایت تسلیم کیا اور عبدالرؤف نے بھی لکھا کہ کسی نسخہ میں ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ غیر مقلدین نے بھی اس کو مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت تسلیم کیا ہے بلکہ اس کی سند کو بھی صحیح تسلیم کیا ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا۔

پس ثابت ہوا کہ نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کی یہ حدیث صحیح ہے اور صحیح حدیث مبارکہ سے زیر ناف ہاتھ باندھنا نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۲:

حدثنا عبد الله ثنا محمد بن سليمان الأسدى ثنا يحي بن أبي زائدة ثنا عبد الرحمن بن اسحاق عن زياد بن زيد السوائى عن أبي حجيفة عن على قال ان من السنة في الصلوة وضع الكف على الكف تحت السرة .

(مسند أحمد جلد ۱ صفحه ۱۱۰ و ابو داؤد برقم ۷۵۶ و ابن ابى شيبة جلد ۱ صفحه ۳۴۳ و دارقطنى جلد ۱ صفحه ۳۸۸ وسنن الكبرى بيهقى جلد ۲ صفحه ۳۸۶)

سند مذکور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ بے شک نماز میں یہ سنت ہے

کہ آدمی ہتھیلی پر ہتھیلی رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔

اس حدیث مبارکہ پر غیر مقلدین کی طرف سے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کی سند میں ,, عبد الرحمٰن بن اسحاق ہے،، ضعیف ہے۔

اولاً: یہ روایت مسند امام احمد بن حنبل کی ہے اور مسند امام احمد بن حنبل کے بارے میں انہیں کے محدث وامام شوکانی نے لکھا ہے کہ ,, **قال السيوطي في خطبة كتابه الجامع الكبير ما لفظه . وكل من كان في مسند أحمد فهو مقبول، فان الضعيف الذي فيه يقرب من الحسن انتهى .**

(نيل الأوطار جلد ۱ صفحه ۲۰ والعجلوني في كشف الخفاء جلد ۱ صفحه ۹)

یعنی امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ,, جامع الکبیر،، کے خطبہ میں فرمایا جس کے الفاظ یہ ہیں کہ اور مسند امام احمد کی تمام روایات مقبول ہیں پس اگر ان میں اگر کوئی ضعیف بھی ہو تو وہ بھی درجہ حسن کے قریب ہے۔

بقول علامہ شوکانی (کیونکہ امام سیوطی سے مثبت انداز میں نقل کیا ہے) جو کہ غیر مقلدین کے بہت بڑے محدث وامام ہیں، مسند احمد کی ہر حدیث اگر چہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو وہ بھی حسن کے درجہ کے قریب ہوتی ہے۔

لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہاں پر غیر مقلدین اپنی عادت کے مطابق یہی کہیں گے کہ ہم کوئی علامہ شوکانی کے مقلد ہیں کہ ان کی بات کو تسلیم کریں، ہم تو صرف قرآن اور صحیح حدیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو عرض یہ ہے کہ اپنے اس قول (جو کہ عام طور پر ان کی کتابوں اور منبروں کی زینت ہوتا ہے) کے مطابق وہ قرآن مجید کی کسی آیت سے عبد الرحمٰن بن اسحاق کا ضعف ثابت کریں یا پھر کسی صحیح حدیث سے نہیں تو کسی ضعیف حدیث سے ہی ثابت کریں لیکن

قیامت تک وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔

اس کے بارے میں وہ کسی محدث اور امام کا قول ہی پیش کریں گے کہ فلاں نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اگر کسی محدث وامام کے قول کو ہی دلیل بنانا ہے تو پھر اپنے امام ومحدث کی بات کو ہی تسلیم کر لیں، ہو سکتا ہے کہ یہاں کہا جائے کہ یہ شوکانی کا نہیں بلکہ امام سیوطی کا قول ہے تو عرض یہ ہے کہ شوکانی نے اس کو تسلیم تو کیا ہے۔ اگر یہ قول شوکانی کو قبول نہیں تھا تو چاہیے تھا کہ اس کا رد کرتے لیکن ایسا نہیں کیا لہذا اس کا اس قول کی تردید نہ کرنا اس کو قبول کرنا ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ محدثین میں امام سیوطی رحمہ اللہ کا مقام کیا ہے، اگر کسی امام کے قول کو تسلیم کرنا ہے تو امام سیوطی کے قول کو ہی تسلیم کر لیں۔

اور پھر یہی غیر مقلدین کے امام ومحدث علامہ شوکانی اس سے بھی بڑھ کر ایک بات امام ہیثمی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ آپ نے زوائد مسند میں فرمایا کہ ,,

ان مسند احمد اصح صحيحا من غيره.

(نيل الأوطار جلد ۱ صفحه ۲۰ وتدريب الراوي صفحه ۱۴۷)

یعنی بے شک مسند امام احمد اپنے غیر سے سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔

پس بقول امام ہیثمی رحمہ اللہ مسند امام احمد ,, **اصح صحيحا**،، کے درجہ کی کتاب ہے تو ان کے نزدیک اس کی احادیث بھی دوسری کتابوں کی احادیث سے صحیح ہونگی۔ پس اگر عبد الرحمٰن بن اسحاق کے ضعف کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے کسی امام یا محدث کا قول ہی قبول کرنا ہے تو امام ہیثمی رحمہ اللہ کے اس قول کو ہی قبول کر لیں۔

پھر اسی علامہ شوکانی نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ ,, **قال الحافظ ابن حجر في كتابه : تعجيل المنفعة في رجال الأربعة، ليس في المسند حديث لا صل له**

الا ثلاثة أو أربعة، منها حديث عبد الرحمن بن عوف أنه يدخل الجنة زحفا .

(نيل الوطار جلد ١ صفحه ٢٠ و تدريب الراوي صفحه ١٤٦)

اور پھر اسی علامہ شوکانی نے لکھا کہ ,,ولم يدخل فيه الا ما يحتج به ،وبالغ بعضهم فاطلق على جميع ما فيه انه صحيح .(نيل الاوطار جلد ١ صفحه ١٩)

اور علامہ مولانا وصی احمد شارح ,,منیۃ المصلی ،، فرماتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ عبد الرحمن بن اسحاق کوفی منکر الحدیث ہے اور نکارت مطلقا نقصان دہ ہے تو بھی اس حدیث کی دوسری احادیث شاہد ہیں جن میں سے ایک وہ ہے جس کو امام رزین نے اپنے مسند میں ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے ,,ان من السنة وضع الكف على الكف في الصلوة تحت السرة ،، جیسا کہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں اس کو مسند رزین کی طرف منسوب کیا، اور دوسری حدیث جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مرفوعا روایت کیا ,,ان من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة ، ، اس حدیث کو صاحب مجمع البحرین اور صاحب محیط علامہ برحان الدین نے بھی نقل کیا ہے اور تیسری وہ حدیث ہے جس کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے مرفوعا روایت کیا ہے ,,ثلاث من سنن المرسلين و ذكر منها وضع اليمين على الشمال تحت السرة ،، اس روایت کو زاہدی نے مجتبی میں نقل کیا ہے۔ ورواہ ابن شاہین ۔ (تعلیق المجلی صفحہ ۲۷۹)

اس روایت پر غیر مقلدین کی طرف سے ,,امن پوری،، نے ایک اعتراض کیا ہے کہ ,,دوسری بات یہ ہے کہ اس کی سند میں زیاد بن زید مجہول ہے۔۔۔ (تسہیل الوصول صفحہ ۱۵۱)

اس کی جہالت بھی اس کے لیے مضر نہیں کیونکہ اس کا متابع موجود ہے جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں اس کا تابع نعمان بن سعد ہے اور اس کو امام ابن حبان نے ثقات جلد ۵ صفحہ ۴۷۲

میں ذکر کیا ہے اور اس کی روایات جو کہ اس سے عبد الرحمن بن اسحاق الکوفی نے روایت کیں ہیں ۔ان کو مندرجہ ذیل محدثین نے صحیح وحسن قرار دیا ہے۔

(۱) امام حاکم رحمہ اللہ ,,مستدرک میں جلد ۴ صفحہ ۶۰۹ برقم ۸۶۸۸ میں عبد الرحمن بن اسحاق عن النعمان بن سعد کے طریق کی روایت کے بارے میں کہا۔

هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه .

(۲) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں ,,عبد الرحمن بن اسحاق عن النعمان بن سعد،، کی سند کی روایت کے بارے میں کہا,, هذا حديث حسن غريب ،،

(جامع ترمذی صفحہ ۲۲۳ برقم ۷۴۰ باب ماجاء فی صوم المحرم)

پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ کم از کم حسن درجہ کی ضرور ہے

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ،

أخذ الأكف على الأكف في الصلوة تحت السرة .

یعنی ہتھیلی کو ہتھیلی پر نماز میں زیر ناف رکھے۔

(اخرجه أبو داؤد في السنن صفحه ١٢٣ برقم ٧٥٨، دار ابن حزم بيروت)

اس روایت میں بھی عبد الرحمن بن اسحاق راوی ہے اور اسی پر اعتراضات کیے جاتے ہیں جن کے بارے میں اوپر ذکر ہو چکا۔

یہاں ,, عبد الرحمن بن اسحاق عن سيار أبي الحكم عن أبي وائل قال: قال: أبو هريرة ،، کی سند ہے

اور ,, عبد الرحمن بن اسحاق عن سيار أبي الحكم عن أبي وائل ،، کی سند کو

مندرجہ ذیل محدثین نے صحیح اور حسن کہا ہے

(۱) امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مستدرک میں جلد ۱ صفحہ ۲۱۷ برقم ۱۹۷۳ میں کہا ,, صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ،اور جلد ۲ صفحہ ۴۶۶ برقم ۳۶۰۵ میں کہا کہ ,, ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ،،

(۲) امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ نے ,,الاحادیث المختارۃ ،، جلد ۲ صفحہ ۱۱۷ برقم ۴۸۹ اور صفحہ ۱۱۸ برقم ۴۹۰ میں کہا کہ ,, اسنادہ حسن ،،

(۳) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں برقم ۳۵۷۲ باب في دعاء النبي ﷺ میں کہا ,, ھذا حدیث حسن غریب ،،

پس ثابت ہوا کہ اس سند سے بھی یہ روایت مندرجہ بالا محدثین کے نزدیک حسن ضرور ہے

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی روایت

عن أنس قال: من اخلاق النبوة تعجيل الافطار و تاخير السحور ووضع يمينک على شمالک في الصلوة تحت السرة .

(خلافیات للبیهقي ق۳۷و مختصر الخلافیات لابن فرح الاشبیلي جلد ۱ صفحه ۳۴۲ و ذکره ابن حزم في المحلی جلد ۲ صفحه ۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: کہ تین چیزیں اخلاق انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام میں سے ہیں، افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں اپنا دائیاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھنا۔

اس حدیث مبارکہ میں ایک راوی سعید بن زربی پر کلام ہے لیکن اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا۔

امام ابومجلز رحمہ اللہ کا فتوی

امام ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں حجاج بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ،

قال: سمعت ابا مجلز أو سالته قال قلت: کیف یضع ؟ قال یضع باطن کفه یمینه علی ظاهر کف شماله و یجعلهما اسفل من السرة .

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۱ وفي نسخۃ جلد ۱ صفحہ ۳۴۳ برقم ۳۹۴۲)

حجاج بن حسان نے فرمایا کہ میں نے ابومجلز سے سنا یا اس سے سوال کیا (نماز میں ہاتھ) کیسے رکھیں (ایک میں ہے کہ کیسے باندھوں) تو انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر زیر ناف رکھا جائے۔

اس اثر کی سند کے بارے میں غیر مقلدین کے محدث شمس الحق عظیم آبادی نے لکھا کہ،

ذکره العلامة ابو المحاسن محمد قائم في رسالته فوز الکرام و قال هذا سند جيد .... (عون المعبود جلد ۲ صفحہ ۳۲۴)

یعنی علامہ ابوالمحاسن محمد قائم نے اپنے رسالہ فوز الکرام میں اس کو ذکر کیا اور کہا کہ اس کی سند جید ہے۔

اس اثر کی سند پر کسی غیر مقلد کا کوئی اعتراض ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ اس کو غیر مقلدین بھی صحیح تسلیم کر چکے ہیں کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی اس پر باعتبار سند اعتراض نہیں کیا۔

البتہ ایک غیر مقلد نے مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ،

ہم مفتی صاحب کی ایک بددیانتی کی طرف توجہ دلاتے ہیں وہ الفاظ ہیں۔ اسنادہ جید و رواۃ

کلھم ثقات۔ یہ مفتی صاحب کا صریحا جھوٹ ہے کیونکہ امام ابوبکر نے یہ قطعا نہیں کہا

(دین الحق جلد ا صفحہ ۲۲۶)

غیر مقلد داؤد ارشد کی بددیانتی اور ہیرا پھیری ملاحظہ فرمائیں

اولا: مفتی صاحب نے قطعا یہ نہیں لکھا کہ امام ابن ابی شیبہ نے کہا کہ اس کی سند جید ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں بلکہ انہوں نے تو اس کی سند کے بارے میں لکھا کہ اس کی سند جید اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے کسی راوی پر جرح ثابت کرتے اور پھر کہتے کہ یہ جھوٹ ہے۔ خود تو کسی راوی پر جرح ثابت نہ کر سکے الٹا ان کی طرف جھوٹ منسوب کر دیا جو بہتان عظیم ہے۔

ہم غیر مقلدین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ خوردبین لے کر بھی اس میں یہ نہیں دکھا سکتے کہ مفتی صاحب نے یہ لکھا ہو کہ امام ابوبکر نے کہا ہے کہ اسنادہ جید و رواتہ کلھم ثقات .

ثانیا: مفتی صاحب کی عبارت میں خیانت خود کر دی مفتی صاحب نے تو لکھا تھا کہ ,, اسنادہ جید و رواتہ کلھم ثقات ،، لیکن غیر مقلد نے جو الفاظ کا مجموعہ مفتی صاحب کی طرف منسوب کیا ہے وہ ہے ,, اسنادہ جید وراۃ کلھم ثقات ،،

مفتی صاحب کو بددیانتی کے طعنے دینے والا غیر مقلد اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ اس کے گریبان میں کیا ہے۔ کیا اسی کا نام دیانت داری ہے؟

کہ ایک بات کسی کی ہو کچھ اور اس کو بیان کسی اور طرح کیا جائے اگر یہی دیانت داری ہے تو ایسی دیانت داری سے خدا ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

ثالثا: غیر مقلد کا کسی راوی پر جرح نہ کر سکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس اثر کی سند واقعتا جید ہے

اسی لیے تو مجبورا غیر مقلد کو یہ لکھ کر جان چھڑانی پڑی کہ ,, ثانیا: تابعی کا قول مرفوع حدیث کا معارض نہیں ہو سکتا،، (ایضا)

یہ قول، کسی بھی مرفوع حدیث جو کہ صحیح اور صریح ہو کے مخالف نہیں ہے اور نہ ہی کوئی صحیح، صریح، مرفوع حدیث اپنے دعوی میں غیر مقلدین پیش کر سکتے ہیں۔

بلکہ یہ قول تابعی صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کے مطابق ہے۔ جس کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ جس کے بارے میں غیر مقلد عبدالرؤف نے بھی لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ قول کسی صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کا معارض نہیں بلکہ یہ صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کے مطابق ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا فتوی

عن ابراهيم قال يمينه على شماله في تحت السرة .

(مصنف ابن ابی شیبة جلد ۱ صفحه ۳۹۰)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے

اس اثر پر ,, امن پوری،، نے ایک اعتراض کیا ہے کہ،

اس کی سند میں ربیع بن صبیح ضعیف اور سئی الحفظ راوی موجود ہے جس کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تسہیل الوصول ۔۔۔ صفحہ ۱۵۲)

اولا: غیر مقلدین کے محدث نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے کہ ,, ابو حفص ربیع بن صبیح السعدی البصری ھو من اتباع التابعین واعیان المحدثین کان صدوقا عابدا مجاهدا اول من صنف في الاسلام . (ابجد العلوم جلد ۳ صفحہ ۲۱۵، بیروت)

اس میں محدثین نے گو کہ کلام کیا ہے جہاں اس پر کلام کیا گیا ہے وہاں اس کی تعریف بھی کی گئی

ہے۔امام ابن عدی دوسرے محدثین کے کلام نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

و للربیع احادیث صالحه مستقیمة ولم ار له حدیثا منکرا جدا و ارجو انه لا بأس به و بروایاته . (الکامل لابن عدی جلد ۳ صفحه ۹۹۴)

یعنی ربیع کی احادیث (روایت کردہ) صالح مستقیم ہیں اور میں نے اس کی کوئی حدیث سخت منکر نہیں دیکھی اور مجھے امید ہے کہ اس میں اور اس کی روایات میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے صحیح اور حسن احادیث سے بھی ثابت ہے اور صحیح آثار سے بھی ثابت ہے۔

نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا بدعت ہے

بفیضانِ کرم

محدث کبیر، مناظر اسلام، حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی

از قلم

خادم مناظرِ اسلام، قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے دلائل کا تجزیہ

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں کوئی بھی صحیح، صریح اور مرفوع حدیث موجود نہیں ہے اسی لیے تو آئمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے سوائے مالکیہ کے کہ وہ نفل نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز کہتے ہیں، وہ بھی نفل نماز میں صرف جائز کے قائل ہیں، ان کے نزدیک بھی سینہ پر ہاتھ باندھنا مستحب نہیں چہ جائیکہ اس کو سنت قرار دیا جائے۔

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں غیر مقلدین کی دروغ گوئیاں

لامذہبوں کے اس گروہ نے نماز میں ہاتھ باندھنے کو قرآن مجید سے بھی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جیسا کہ غیر مقلدین کے ابوالوفاء مولوی ثناء اللہ سے سوال ہوا اور اس نے اس کا جواب دیا، ملاحظہ ہو۔

سوال: قرآن مجید سے ہاتھ سینہ پر یا زیر ناف باندھنا کہیں ثابت ہے یا نہیں شیعہ لوگ ہم سے قرآن سے دلیل مانگتے ہیں؟

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ آیت ,,فصل لربک وانحر،، (سورۃ کوثر) کا معنی کرتے ہیں کہ نماز پڑھو اور سینہ پر ہاتھ باندھو۔ اللہ اعلم

(فتاوی ثنائیہ جلد اول ص ۳۳۳ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۹۵)

قارئین غور فرمائیں! کہ سوال یہ ہے کہ قرآن مجید سے سینہ پر یا زیر ناف ہاتھ باندھنا ثابت ہے یا نہیں اور مولوی صاحب نے اس کو ثابت کرنے کے لیے آیت ,,فصل لربک وانحر،، کا ترجمہ ,نماز پڑھو اور سینہ پر ہاتھ باندھو، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اور یوں ہی غیر مقلدین اپنے دعووں میں کہتے اور لکھتے بھی ہیں کہ ہم قرآن اور صحیح، صریح اور مرفوع حدیث سے یہ ثابت کریں گے۔

ہم انشاء اللہ العزیز ان کے دعووں کی فوٹو کاپیاں آخر میں لگائیں گے جو انہوں نے مناظروں کے لیے دعوے لکھے اور ان کی روئیداد بھی لکھیں گے

باقی وہ روایت جس کے بارے میں مولوی ثناء اللہ نے لکھا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ہم پوری غیر مقلدیت کو دعوت عام دیتے ہیں کہ وہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ایک ایسی روایت صحیح سند کے ساتھ پیش نہیں کر سکتے کیونکہ انہی کے امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ ,,وقيل المراد بقوله والنحر وضع يد اليمنى على اليد اليسرى تحت النحر يروى عن علي ولا يصح . (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۵۵۹)

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں غیر مقلدین کے جھوٹ

اولا: غیر مقلدین کے ابو الوفاء مولوی ثناء اللہ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری اور مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں ان دونوں فعلوں کو ناجائز کہنا صحیح نہیں

(فتاوی ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۴۴۳ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۹۱)

مولوی صاحب نے اس میں یہ جھوٹ بولا ہے کہ اس بارے میں یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں بخاری اور مسلم میں بکثرت روایات آتی ہیں۔ بخاری اور مسلم کوئی نایاب کتب نہیں بلکہ تقریبا ہر مولوی کے پاس اور ہر لائبریری میں یہ کتابیں موجود ہیں اگر کوئی غیر مقلد ہمیں اس بارے میں یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق ایک ہی روایت دکھادے تو ہم اسے منہ مانگا

انعام دیں گے۔

لیکن جب وہی مولوی صاحب اپنی بات پر قائم نہ رہ سکے تو دوسرے کیا دکھائیں گے کیونکہ انہوں نے خود ہی اپنے فتاوی میں امام احمد کے حوالے سے ایک روایت ذکر کی لکھا کہ ,,نبی ﷺ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے یہ حدیث حسن ہے صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی روایت آئی ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۸۳ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۹۳)

پہلے تو دعوی کیا کہ بخاری اور مسلم اور ان کی شروعات میں بکثرت ہیں لیکن ساتھ ہی انکار کر دیا، اسی لیے تو لکھ دیا کہ بخاری میں ایک ایسی روایت آئی ہے۔ چلو ہم کہتے ہیں کہ ایک ہی سہی لیکن دکھا تو دو کہ بخاری شریف میں ہو کہ نبی اکرم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے۔

باپ اور بیٹے کا جھوٹ

گوجرانوالہ کے غیر مقلد مولوی نور حسین گرجاکھی نے اپنے رسالہ ,,اثبات رفع الیدین صفحہ ۱۹،، پر حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تحت، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۳، ابن ماجہ صفحہ ۶۲، دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۰۷ بخاری صفحہ ۱۴ مسند احمد ۱۴۷ وغیرہ کتب کے حوالہ سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کا ذکر کیا ہے، جب کہ ان کتب میں ان سے کوئی بھی روایت سینہ پر ہاتھ باندھنے کی موجود نہیں ہے۔

اور انہی کے صاحبزادہ صاحب نے اپنی کتاب ,,صلوۃ النبی ﷺ صفحہ ۱۵۶،، میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی روایت کو ,,بلوغ المرام،، کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد مختلف حوالے دینے کے بعد مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۷۹ اکا بھی حوالہ دیا ہے۔ یہ بھی غلط ہے اور جھوٹ ہے کیونکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ,,علی صدرہ،، کی زیادت سے مسند امام احمد میں نہیں ہے۔

مولوی یوسف جے پوری کے جھوٹ

مولوی یوسف جے پوری اپنی کتاب ,,حقیقۃ الفقہ،، میں لکھتا ہے کہ ،،حضرت میرزا مظہر جان جاناںؒ مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ مقدمہ ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ و صفحہ ۳۵۱۔ (حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۹۳)

اولا: اس غیر مقلد نے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ مقدمہ ہدایہ میں یہ لکھا ہوا ہے، کوئی بھی غیر مقلد اگر ہدایہ کے مقدمہ سے یہ بات ثابت کر دے تو ہم اس کو منہ مانگا انعام دینگے۔

ثانیا: ایک عقلمند انسان بھی یہ سوچ سکتا ہے اور اچھی طرح جان سکتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ مولوی جے پوری صاحب مسلیمہ کذاب سے لڑی جانے والی جنگ میں تیر پکڑانے والوں میں تھے تو اس کا یہ کہنا جھوٹ ہوگا کیونکہ چودھویں صدی میں پیدا ہونے والا پہلی صدی والے کو میدان جنگ میں کیسے تیر پکڑا سکتا ہے۔ لیکن مولوی جے پوری صاحب نے ایسا ہی کرتب کر دکھایا کہ ایسی بات لکھ دی کیونکہ صاحب ہدایہ چھٹی صدی ہجری میں اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں بارھویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے۔

کیا مولوی جے پوری صاحب نے صاحب ہدایہ کو غیب دان تسلیم کر لیا ہے کہ ایک بعد میں پیدا ہونے والے آدمی کے طریقہ نماز کا بھی انہیں علم تھا جو انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھ دیا۔

ہم یہاں ہی طوالت کے خوف سے اس بات کو ختم کرتے ہیں اور غیر مقلدین کے اس مسئلہ میں کچھ جھوٹوں کی نشاندہی ہم ان کے پیش کردہ دلائل کے ساتھ ساتھ ذکر کریں گے۔

انشاء اللہ العزیز۔

غیر مقلدین کی پہلی دلیل

عن وائل بن حجر قال: صلیت مع رسول الله ﷺ ووضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره. (ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۳)

حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور غیر مقلدین کی دھاندلیاں اور جھوٹ

سند میں تحریف کی کوشش

غیر مقلدین کے محدث مبارک پوری نے ,,ابکار المنن،، میں اس حدیث کی سند کے ایک راوی پر جرح کی وجہ سے اس کی سند کو ہی بدل دیا، ملاحظہ ہو۔

مولوی عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری غیر مقلد نے لکھا کہ ,,علمائے اہل حدیث نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کے ثبوت میں تین حدیثیں پیش کرتے ہیں پہلی حدیث ان کے نزدیک صحیح، مرفوع، متصل غیر معلل اور غیر شاذ ہے جو کہ صحیح ابن خزیمہ میں بلفظ یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره مروی ہے حافظ ابن حجر درایہ اور بلوغ المرام وغیرہ میں اور حافظ زیلعی نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۴ میں اور دوسرے مصنفین اپنی کتابوں میں اس حدیث کو ابن خزیمہ کی روایت بتاتے ہیں لیکن اس کی سند نہیں نقل کرتے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ (حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک بظاہر صحیح ابن خزیمہ کی یہ حدیث حسب ذیل سند سے مروی ہے۔ عن عفان عن همام عن محمد بن حجارة (یاد رہے کہ یہ راوی محمد بن حجارۃ نہیں بلکہ یہ محمد بن جحادۃ ہے) عن عبد الجبار بن وائل

عن علقمه بن وائل ومولی لهم عن ابیه انتهی ۔اور اسی سند سے مسلم شریف میں یہ متن بغیر زیادت علی الصدر کے بایں الفاظ مروی ہے۔

ثم وضع یده الیمنی علی الیسری جلد اول صفحه ۱۷۳ ۔

(فتاوی ثنائیہ جلد اول صفحہ ۲۷۳ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۹۱۔۹۲ وابکار المنن صفحہ ۱۰۲)

غیر مقلدین کے محدث نے ابن خزیمہ کی اس حدیث کی سند کو مسلم کی سند کے ساتھ بدلنے کی کوشش کی اور اسی بات کو عبیداللہ مبارک پوری اور مولوی علی محمد نے نقل کیا اور مولوی ثناء اللہ نے بھی نقل کیا۔ایک اور غیر مقلد اس کی سند یوں بیان کرتا ہے کہ

قال ابن خزیمة حدثنا ابو موسی حدثنا مؤمل قال ثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول الله ﷺ ....

(فتح الغفور مترجم صفحہ ۲۲)

جب کہ صحیح ابن خزیمہ میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے علی الصدر والی روایت کی سند یوں ہے،

اخبرنا أبو طاهر نا أبو بكر نا أبو موسى نا مؤمل بن اسماعيل نا سفيان عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر رضی الله عنه قال: ......

یاد رہے کہ یہ علامہ حیات سندھی کے رسالہ فتح الغفور فی تحقیق وضع الیدین علی الصدور،، میں نہیں ہے ہمارے پاس یہ رسالہ ۱۲۶۰ھ کا شائع کردہ موجود ہے اس میں اس سند کا ذکر نہیں یہ سند مولوی خالد گرجاکھی کی طرف سے لکھی گئی ہے۔

حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور غیر مقلدین کی لفظی غلطیاں

اولا: غیر مقلدین کے ابوالوفاء مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ,,فتاوی ثنائیہ،، میں اس روایت کو

نقل کیا۔

جس میں الفاظ اس طرح نقل کیے کہ ,,عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول الله ﷺ فوضع یده الیمنی علی الیسری علی صدره . (ابن خزیمه)

(فتاوی ثنائیہ جلد ا صفحہ ۲۸۳ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث صفحہ ۹۳۔۹۴)

یہاں پر غیر مقلدین کے ابوالوفاء صاحب نے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان میں ,,علی،، کے بعد ,,یده،، کا لفظ غائب کر گئے اور پھر اسی طرح اس کو نقل کرنے والے غیر مقلد مولوی علی محمد سعیدی نے بھی اس کی تصحیح نہیں کی۔

ثانیا: اسی طرح مولوی صادق سیالکوٹی نے بھی اپنی کتاب ,,صلوۃ الرسول،، میں اس روایت کو نقل کیا جس میں ,,صلیت مع رسول الله ﷺ،، کی جگہ ,,صلیت مع النبی ﷺ،، لکھا اور لفظ ,,علی،، کے بعد ,,یده،، کو غائب کر دیا۔

پھر اس پر غیر مقلدین کے محققین نے کام کیے تو انہوں نے بھی نہ تو اس کو درست کیا اور نہ اس کی نشاندہی کی جن میں غیر مقلدین کے مندرجہ ذیل محققین شامل ہیں۔

(۱) عبدالرؤف بن عبدالحنان بن حکیم محمد اشرف سندھو

(۲) ابوطاہر زبیر علی زئی

(۳) غلام مصطفی ظہیر امن پوری

ثالثا: یوں ہی غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی نے اس روایت کو اپنی کتاب ,,رسول اکرم ﷺ کی نماز،، میں نقل کیا ہے۔اس نے بھی لفظ ,,علی،، کے بعد ,,یده،، کو غائب کر دیا۔(رسول اکرم ﷺ کی نماز صفحہ ۶۷)

رابعا: غیر مقلدین کے مولوی ابوصہیب داؤد ارشد نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب ,,دین

الحق،، میں نقل کیا، اس نے بھی ،،صلیت مع رسول الله ﷺ ،، کی جگہ ،،صلیت مع النبي ﷺ ،، لکھا اور فوضع یده الیمنی ،، کی جگہ ،،فوضع یده النبی،، بنادیا۔

خامسا: یوں ہی مولوی فاروق الرحمٰن نے اپنی کتاب ،،احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف ،، (نعوذ باللہ من ذلک) میں اس روایت کو نقل کیا، اس نے بھی ،،صلیت مع رسول الله ﷺ ،، کی جگہ ،،صلیت مع النبی ﷺ ،، لکھا۔

یہاں ایک بات یاد رہے کہ داؤد ارشد نے صرف ابن خزیمہ کا حوالہ دیا ہے اس میں ،، صلیت مع النبی ﷺ کے لفظ نہیں ہیں اور فاروق الرحمٰن یزدانی نے ابن خزیمہ کے ساتھ بلوغ المرام کا حوالہ بھی دیا ہے اس میں صلیت مع النبی ﷺ کے لفظ ہیں لیکن جب اصل کتاب ابن خزیمہ ان کے پاس موجود تھی کیونکہ انہوں نے اس کا حوالہ دیا ہے تو پھر اصل کے الفاظ نقل کرتے یا وضاحت کرتے کہ یہ الفاظ بلوغ المرام کے ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ ان میں کچھ تو کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیاں ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بات درست ہے کہ کمپوزر اور کاتب بہت زیادہ غلطیاں کر جاتے ہیں لیکن غیر مقلدین اس کے بارے میں اپنے مولوی داؤد ارشد سے سوال کریں جس نے کتابت کی غلطیوں کو خیانت اور بد دیانتی کا نام دیا ہے۔

بطور نمونہ ملاحظہ ہو: اس نے لکھا کہ۔۔۔۔اس میں مفتی صاحب نے چار عظیم خیانتیں کی ہیں ۔اولا حیال کو بجبال کردیا۔۔۔۔۔(دین الحق ۱/۲۱۱)

اس کا یہ لکھنا کہ ،،حیال،، کو ،،بجبال،، کردیا ہے یہ عظیم خیانت کی ہے تو عرض ہے کہ روایت میں لفظ ،،بحیال ،، موجود ہے اور کاتب کی غلطی کی وجہ سے ،،ی،، کے دو نقطے بجائے اکٹھے ہونے کے علیحدہ علیحدہ ہوگئے ۔اگر یہاں پر اسی بات کو خیانت کا نام دیا جاسکتا ہے تو پھر یہاں بھی یہ خیانتیں ہی ہیں۔

حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور اس کی تصحیح کے بارے میں غیر مقلدین کے جھوٹ

اولا: غیر مقلدین کے محدث اور امام علامہ شوکانی نے ،،نیل الأوطار جلد۲ صفحہ ۱۹۵،، پر اس کی تصحیح کو امام ابن خزیمہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

ثانیا: مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ایک سوال کے جواب میں لکھا۔

سوال: نماز کے وقت سینے پر ہاتھ باندھنا یا زیر ناف ان دونوں میں سے کون صحیح ہے؟۔

جواب: سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت صحیح ہے۔ بلوغ المرام صفحہ ۴۶ و تخریج زیلعی ملاحظہ ہو

(فتاوی ثنائیہ جلد ا صفحہ ۳۷۰ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۹۵)

اس عبارت میں مولوی جی ظاہر یہ کرنا چاہتے ہیں کہ بلوغ المرام میں ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت صحیح ہے۔اور اس کی تصحیح کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا اگر یہ وہ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں تو عبارت یوں ہونی چاہیے تھی کہ، سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت بلوغ المرام میں ہے جو کہ صحیح ہے،

ثالثا: زبیر علی زئی نے بھی اس کی تصحیح کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا کہ اسے امام ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔ (نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۱۴۴)

رابعا: غلام مصطفیٰ امن پوری نے بھی ،،تسہیل الوصول،، میں اس کی تصحیح کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے، لکھا ،،امام الائمہ امام ابن خزیمہؒ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

(تسہیل الوصول صفحہ ۱۴۸)

غیر مقلدین کا اس روایت کی تصحیح کو امام ابن خزیمہ و ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ کی طرف منسوب

کرنا جھوٹ ہے نہ تو اس روایت کو امام ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے اور نہ ہی حافظ ابن حجر نے اس کو صحیح کہا ہے اگر غیر مقلدین کسی کتاب سے ان دونوں بزرگوں سے اس کی تصحیح دکھادیں کہ انہوں نے کہا ہو کہ یہ حدیث صحیح ہے تو ہم ان کو اس پر وہی کتاب انعام کے طور پر دیں گے۔

حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی سند کے راویوں کے بارے میں غیر مقلدین کی قلابازیاں اور دوغلا پن

اولا: اس روایت کی سند میں ایک راوی عاصم بن کلیب ہے جو کہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے جیسا کہ پیچھے سند میں ذکر ہوا۔

قارئین! یہی عاصم بن کلیب ترک رفع یدین کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا راوی ہے اور جب غیر مقلدین اس روایت کو دیکھتے ہیں تو فورا اس راوی پر جرح ثابت کرنے لگتے ہیں لیکن جب سینہ پر ہاتھ باندھنے کی دلیل دیتے ہیں تو سب سے پہلے اسی کی روایت کو پیش کرتے ہیں، اس وقت ان کو یہ عاصم بن کلیب شاید نظر نہیں آتا، اگر آتا ہے تو مسلک کی وفا ان کو اس پر وہ جرح کے الفاظ جو وہ اس کے لیے مسئلہ رفع یدین میں پیش کرتے ہیں وہ نظر نہیں آنے دیتی۔ کیا اسی کا نام عدل وانصاف ہے کہ اگر کوئی اپنے مطلب کی بات کہے تو بہت ہی اچھا اور اگر اپنے مطلب کی نہ کہے تو۔۔۔

غیر مقلدو! انصاف کا دامن پکڑو۔

ثانیا: غلام مصطفیٰ امن پوری غیر مقلد نے لکھا کہ ,,اس میں امام سفیان ثوری کی تدلیس ہے باقی سند حسن ہے۔ (تسہیل الوصول صفحہ ۱۴۷)

جبکہ عبدالرؤف سندھو غیر مقلد نے لکھا کہ ,,یہ سند ضعیف ہے کیونکہ ,,مؤمل بن اسماعیل

سئی الحفظ،، ہے۔ (صلوۃ الرسول مع تخریج صفحہ ۲۲۸)

ایک مقلد اس کی سند کو سفیان ثوری کی تدلیس کے علاوہ حسن کہہ رہا ہے جبکہ دوسرا غیر مقلد اس کی سند کو مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف کہہ رہا ہے۔ غیر مقلدین بتائیں ان دونوں میں سچا کون ہے؟

قارئین! یہ بھی یاد رہے کہ زبیر علی زئی کے استاد محترم شیخ الحدیث جن کا ذکر زئی کا تعارف کروانے والے ڈاکٹر خالد ظفر اللہ غیر مقلد نے اس کی کتاب ,,نور العینین،، میں کیا ہے یعنی عبد المنان بن عبد الحق نور پوری (صفحہ ۹) وہ بھی اس روایت کو ضعیف تسلیم کر چکے ہیں ملاحظہ ہو نور پوری غیر مقلد نے لکھا

اگر چہ ابن خزیمہ والی یہ حدیث مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف معلوم ہوتی ہے۔۔۔

(نماز میں ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کی کیفیت، از قلم نور پوری، صفحہ ۲۹)

ثالثا: اگر یہ سند بقول غیر مقلد امن پوری حسن ہے تو سفیان ثوری کے بعد اس کی سندیوں ہے ,,عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر ،، اور ترک رفع یدین کی حدیث کی سندیوں ہے ,,سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود......،،

عاصم کا باپ کلیب بن شہاب ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں کہ ,,صدوق من الثانية ... اور عبدالرحمٰن بن الاسود کے بارے میں لکھا کہ ,,ثقة من الثالثة ...

اگر وہ سند جس میں صدوق راوی ہے وہ حسن کے درجہ پر پہنچتی ہے تو وہ سند جس میں ثقہ راوی ہے وہ تو لازمی صحیح کے درجہ کو پہنچے گی۔ کیا مولوی جی اس کو صحیح تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں؟

لیکن نہیں، وہ جانتے ہیں کہ اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا تو ان کے مسلک کا جنازہ نکل جائے گا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ ترک رفع یدین کی روایت پر عاصم بن کلیب اور سفیان ثوری کے علاوہ غیر مقلدین کو اور کسی راوی پر اعتراض نہیں کیونکہ ہماری نظر سے ابھی تک اس روایت کے کسی اور راوی پر ان کا کوئی اعتراض نہیں گزرا۔

رابعا: مولوی غلام مصطفی امن پوری غیر مقلد کا لکھنا کہ اس میں امام سفیان ثوری کی تدلیس ہے باقی سند حسن ہے۔ مولوی جی کو شاید لکھتے وقت ہوش نہیں رہتا کیونکہ کہیں وہ تدلیس کے باوجود حسن اور کہیں انہی کی روایت کو صرف تدلیس کی وجہ سے ضعیف لکھتے ہیں۔

اسی کتاب میں یہی مولوی امن پوری جی مسئلہ رفع یدین کے تحت حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر برستے ہوئے لکھتے ہیں ,,یہ حدیث ضعیف ہے اس میں امام سفیان ثوریؒ ,,مدلس،، ہیں جو ہر سند میں ,,عن،، سے روایت کرتے ہیں۔۔۔۔۔ واضح رہے کہ ثقہ مدلس کی روایت بخاری و مسلم کے علاوہ ,,عن،، کے ساتھ ضعیف ہوتی ہے۔ (تسہیل الوصول صفحہ ۲۱۰)

قائین! اس غیر مقلد کا عجب کرشمہ دیکھیں کہ ایک جگہ جہاں اپنے مطلب کی بات تھی وہاں پر تو تدلیس کے باوجود سند حسن بنا دی اور جہاں خلاف جاتی تھی بغیر کسی اور علت کے صرف تدلیس کی وجہ سے ضعیف لکھ دیا۔

اس پر ہم کہتے ہیں کیا سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایت بخاری یا مسلم کی ہے؟

اگر وہ بھی بخاری یا مسلم کی نہیں تو بقول مولوی امن پوری وہ بھی ضعیف ہے کیونکہ خود ہی تو لکھ رہے ہیں کہ ثقہ مدلس کی روایت بخاری و مسلم کے علاوہ ,,عن،، کے ساتھ ضعیف ہوتی ہے۔

پس مولوی امن پوری کے اس قانون کے تحت تو مولوی جی کی دلیل بھی ضعیف ہے۔ لیکن لکھنے کے باوجود ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں گے کیوں کہ اگر اس کو مان لیا تو مسلک کی جڑیں ہی

کھوکھلی ہو جائیں گی۔ مولوی جی کے معاونین محققین کو بھی شاید یہ بات نظر نہیں آئی کہ یہ تو ہمارے اپنے قانون کے تحت ہی ضعیف ہے لیکن انہوں نے بھی سوچا ہوگا کہ جب ہم خود ایسے ہی دھوکے اور فریب کرنے کے عادی ہیں تو اگر اپنی حمایت میں ہمارے چھوٹے نے کر لیا ہے تو کوئی بات نہیں بلکہ شکر ہے کہ ہمارے نقش قدم پر ہی چل پڑا ہے۔ ایسے فریب اور دھاندلیاں ان کا وطیرہ ہے ملاحظہ ہو

مولوی زبیر علی زئی جو کہ غیر مقلدین کے ذھبیءزماں ہیں، اسی زبیر علی زئی نے اپنی کتاب ,,نور العینین،، میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر تنقید کرتے ہوئے صرف امام سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے اس کو ضعیف ثابت کرنے کی سر توڑ کوشش کی ہے۔ لکھتا ہے

,,لہذا سفیان ثوری رحمہ اللہ (جو کہ ضعفاء اور مجاہیل سے تدلیس کرتے تھے) کی یہ معنعن (عن والی) روایت ضعیف ہے۔ (نور العینین صفحہ ۱۲۷)

اور یہی زئی لکھتا ہے

اصول حدیث میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ مدلس کی تصریح سماع کے بغیر (مثلا عن) والی روایت ضعیف ہوتی ہے بشرطیکہ

الف۔ راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو۔ اگر چہ صرف ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو۔

ب۔ روایت مذکورہ: صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ ہو۔ (جزء رفع الیدین صفحہ ۲۵)

پس یہ روایت یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے اس کے راوی امام سفیان ثوری ہیں اور عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں یعنی یہ روایت وہ بغیر تصریح سماع کے بیان کرتے ہیں۔

اور زئی کی شرائط کہ راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو، تو زئی نے خود لکھا کہ ,,انہی مدلس راویوں میں

سے امام سفیان ثوری ہیں جو تدلیس کے ساتھ مشہور ہیں۔ انہیں عبداللہ بن المبارک، یحیی بن سعید القطان، یحی بن معین وغیرہم بے شمار محدثین نے مدلس قرار دیا ہے۔۔۔ کسی ایک محدث نے سفیان ثوری کے مدلس ہونے کا انکار نہیں کیا۔۔ لہذا معلوم ہوا کہ غیر صحیحین میں سفیان ثوری کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ راقم الحروف کی یہی تحقیق ہے۔

(جزء رفع الیدین صفحہ ۲۵)

پس ضعیف کی دونوں شرطیں زئی کے اقوال میں ہی موجود ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ زئی کے قوانین کے تحت بھی یہ روایت ضعیف ہی ہے۔ کیونکہ زئی کے نزدیک سفیان ثوری کی غیر صحیحین عن والی روایت بغیر کسی اور وجہ کے ضعیف ہی ہوتی ہے جیسا کہ اسی نے لکھا کہ ,,یہ روایت سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے،، (ایضا صفحہ ۵۷) مزید لکھا کہ ,,کیونکہ دوسری روایت سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف وغیر محفوظ ہے (ایضا صفحہ ۵۸)

اور یہ بھی یاد رہے کہ اس روایت کی باقی سند پر زئی کو اور کوئی اعتراض نہیں کیونکہ اس نے اس کے علاوہ اس کی سند کے کسی اور راوی پر جرح کا ذکر نہیں کیا۔

اولا: ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے ذھبی عزماں کے نزدیک اگر اس روایت پر اور کوئی اعتراض نہ بھی ہو تب بھی یہ ضعیف ہے کیونکہ اس میں امام سفیان ثوری کی تدلیس ہے۔

ثانیا: لیکن ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ ان میں کوئی بھی اپنی تحریروں میں ہوش وحواس سے کام نہیں لیتا یا شاید ضد اور ہٹ دھرمی یا مسلک کی وفاء کی وجہ سے یہ نہیں سوچتے کہ ہم کہیں تو کچھ لکھتے ہیں اور کہیں کچھ۔

یہی زئی، امام سفیان ثوری کی تدلیس کے باوجود سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کو صحیح بھی کہتا ہے۔

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ ,,لا مذہب،، ہیں ان کا کوئی قانون نہیں، ہر وہ قانون جو ان کے مسلک کے خلاف جاتا ہو، اس کو یہ رد کرتے ہیں اور ہر وہ طریقہ جس سے ان کے مسلک کی بچت ہوتی ہو اس کو قبول کرتے ہیں وہ بھی وقتی طور پر۔

کیونکہ انہی کے بڑوں نے اسی امام سفیان ثوری کی تدلیس کو مضر صحت نہیں سمجھا۔

جیسا کہ مولوی یحیی گوندلوی نے لکھا کہ حافظ ابن حجر کی اس اصولی تحریر سے واضح ہوگیا کہ اگرچہ امام ثوری مدلس تھے مگر ان کی تدلیس مضر نہیں جو حدیث کی صحت پر اثر انداز ہو اور حدیث کو تدلیس کی وجہ سے رد کر دیا جائے۔ (آمین بالجہر صفحہ ۲۶)

یہاں اپنے مطلب کی بات تھی تو مولوی جی نے یہ ثابت کر دیا کہ ان کی تدلیس مضر صحت ہی نہیں۔ اور بھی اسی طرح کئی ہیں لیکن طوالت کے خوف سے ہم اسے یہاں پر ہی ختم کرتے ہیں کیونکہ ان کا دوغلا پن تو ظاہر ہو چکا اور ثابت ہو چکا کہ ان کا قانون یہی ہے کہ اپنے لیے سب جائز۔۔۔ یعنی: میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو۔

مؤمل بن اسماعیل پر جرح

قارئین! اس روایت میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل ہے جو کہ اس روایت میں متفرد ہے، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے لکھا کہ ,,رواہ الجماعة عن الثوری لم یذکر واحد منهم علی صدره غیر مؤمل بن اسماعیل. (الخلافیات للبیہقی صفحہ ۳۷ ق)

یعنی ایک جماعت نے امام سفیان ثوری سے اس روایت کو بیان کیا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی ,,علی صدره،، کے لفظ سوائے مؤمل بن اسماعیل کے ذکر نہیں کیے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس روایت کو امام سفیان ثوری سے

ایک جماعت روایت کرنے والی ہے لیکن سوائے مؤمل بن اسماعیل کے کوئی بھی ,,علی صدرہ ،، ذکر نہیں کرتا۔

لہذا سب سے پہلے اس مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں آئمہ جرح وتعدیل کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

مؤمل بن اسماعیل صد وق وقال البخاری منکر الحد یث.

(معرفۃ الرواۃ المتکلم فیہم صفحہ ۱۸۰، طبعہ اولی ۱۹۸۶ دار الباز مکۃ المکرمۃ)

مؤمل بن اسماعیل سچا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ منکر الحدیث ہے۔

اور یہی حافظ ذھبی ,, میزان الاعتدال ،، میں اس کے بارے میں نقل فرماتے ہیں

قال ابو حاتم صد وق شد ید السنة کثیر الخطاء، وقال البخاری منکر الحدیث، وقال ابو زرعة فی حد یثه خطأ کثیر (میزان الاعتدال جلد ۴ صفحہ ۲۲۸)

امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سچا ہے اور سنت پر عمل میں سخت تھا لیکن بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ منکر الحدیث ہے اور امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی حدیث (روایت) میں بہت زیادہ غلطیاں ہیں

اور الکاشف میں فرماتے ہیں

قال أبو حاتم : صدوق شديد في السنة كثير الخطأ وقيل دفن كتبه و حدث حفظا فغلط . (الکاشف جلد ۲ صفحہ ۳۰۹)

امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قلت .فمؤمل بن اسماعیل ؟ قال صد وق کثیر الخطاء .

یعنی امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام دار قطنی رحمہ اللہ سے مؤمل بن اسماعیل کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا صدوق اور بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔

(سوالات حاکم للدار قطنی فی الجرح والتعدیل صفحہ ۲۷۷، طبعہ اولی ۱۹۸۴، مکتبۃ المعارف الریاض)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں

یحي بن یمان و مؤمل اذا اختلفا ؟ قال د ع ذا کانه لین امرهما ثم قال مؤمل کان یخطیء.

(العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد صفحہ ۶۰، طبعہ اولی ۱۹۸۸، الدار السلفیۃ بومبای ہند)

یعنی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے یحیٰ بن یمان اور مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں سوال ہوا کہ جب ان دونوں میں اختلاف ہو تو فرمایا دونوں کو چھوڑ دو گویا کہ دونوں حدیث میں کمزور ہیں پھر کہا مؤمل خطا کرتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں

قال ابو حاتم صد وق شد ید فی السنة کثیر الخطاء، وقال البخاری منکر الحد یث... وقال غیره دفن کتبه فکان یحد ث من حفظه فکثر خطاء ،قلت قال ابن حبان فی الثقات ربما اخطاء ..وقال یعقوب ابن سفیان مؤمل ابو عبد الرحمن شیخ جلیل سني سمعت سلیمان بن حرب یحسن الثناء کان مشیختنا یو صون به الا ان حد یثه لا یشبه حد یث اصحابه وقد یجب علی اهل العلم ان یقفوا عن حد یثه فانه یروی المناکیر عن ثقات....وقال الساجی صدوق کثیر الخطاء وله اوهام ...وقال ابن سعد ثقة کثیر الغلط وقال ابن قانع صالح یخطی ...وقال محمد بن نصر المروزی المؤمل اذا

انفرد بحديث وجب ان يتوقف وبثبت فيه لانه كان سيء الحفظ كثير الغلط ... (تہذیب التہذیب جلد۱۰ صفحہ۳۸۱۔۳۸۰، مکتبۃ الاثریہ لاہور)

ابوحاتم نے کہا صدوق ہے سنت کے معاملہ میں سخت اور بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے اور امام بخاری نے کہا منکر الحدیث ہے۔۔۔۔۔دیگر آئمہ نے کہا کہ اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور حدیث حافظہ سے بیان کرتا تو بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا، ابن حبان نے کتاب الثقات میں کہا کہ غلطی کرتا ہے۔ یعقوب بن سفیان نے کہا کہ سنی شیخ ہے، سلیمان بن حرب اس کی تعریف کرتا تھا، مگر ان کے بقول اس کی احادیث اس وقت کے دیگر محدثین کے مشابہہ نہیں ہوتی تھیں، اور اہل علم پر واجب ہے کہ وہ اس کی روایت پر عمل نہ کریں کیونکہ یہ ضعفاء سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔۔۔۔۔، امام ساجی نے کہا صدوق مگر زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے اور اسکی احادیث میں اوہام ہیں۔۔۔۔۔ابن سعد نے کہا کہ ثقہ کثیر الغلط یعنی بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے، امام ابن قانع نے کہا صالح ہے لیکن خطاء کرتا ہے۔۔۔۔۔

محمد بن نصر مروزی نے کہا کہ جب مومل اکیلا روایت کرے تو اس کی حدیث پر عمل کرنے سے رک جانا ضروری ہے اور اس میں یہ چیزیں ثابت ہیں کیونکہ وہ ردی حافظے والا اور بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔

اور لسان المیزان میں فرماتے ہیں،

وثقه بن معين وقال البخاري منكر الحديث (جلد۷ صفحہ۴۰۶)

یعنی امام ابن معین رحمہ اللہ نے اس کی توثیق کی اور امام بخاری نے کہا کہ منکر الحدیث ہے

حافظ یوسف المزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

..وقال أبو حاتم : صدوق شديد في السنة كثير الخطأ وقال البخاري :

منكر الحديث ... (تہذیب الکمال جلد۲۹ صفحہ۱۷۶)

غیر مقلدین کے گھر کی گواہی

غیر مقلدین کے محدث عبدالرحمن مبارکپوری نے لکھا ہے

قلت سلمنا ان مؤمل بن اسماعيل ضعيف ورواية البيهقي هذه ضعيفة.

(ابکار المنن صفحہ۱۰۹ الجامعۃ السلفیۃ لائلپور تاریخ اشاعت ۱۹۶۸ء)

یعنی میں کہتا ہوں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہے اور امام بیہقی کی یہ روایت جس میں یہ راوی ہے ضعیف ہے۔

یہی مبارکپوری غیر مقلدین کے محدث تحفۃ الاحوذی میں ایک روایت کے تحت لکھتے ہیں کہ

...في سندها مؤمل بن اسماعيل وهو صدوق سئي الحفظ ....

(تحفۃ الاحوذی جلد۶ صفحہ۲۹۹ وجلد۹ صفحہ۱۰۸)

یعنی اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ہے اور وہ سچا لیکن سئی الحفظ ہے

دوسری شہادت

حافظ ثناء اللہ زاہدی غیر مقلد علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے نقل کرتا ہے۔

مؤمل بن ا سماعيل. فيه ، مقال : قال ابو حاتم : صدوق : كثير الخطاء في حديثه عن الثوري ضعف ۔ (توجیہ القاری ص۳۲۱۔ جہلم ۱۹۸۶ء)

اس میں کلام ہے ابوحاتم نے کہا۔ صدوق اور بہت زیادہ خطاء کرنے والا ہے اور ثوری سے اس کی حدیث ضعیف ہے۔ اور یہ روایت بھی ثوری سے ہی ہے۔

تیسری گواہی

صحیح ابن خزیمہ کے حاشیہ پر اس کا محقق اسی حدیث کے تحت لکھتا ہے

اسناده ضعيف لان مؤ ملا وهوابن اسماعيل سيء الحفظ.....

(صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۳ مکتبۃ الاسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۹۷۵ء)

چوتھی گواہی

شعیب الأرنؤوط غیر مقلد نے صحیح ابن حبان کی ایک روایت جسکے باقی تمام راوی بخاری یا مسلم کے ہیں لیکن اس میں یہ مؤمل بن اسماعیل ہے کے بارے میں لکھا کہ،

اسناده ضعيف مؤمل بن اسماعيل سئى الحفظ ، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي الأحوص وهو عوف بن مالك فمن رجال مسلم......

(صحيح ابن حبان جلد ۳ صفحه ۳۸)

تمام راویوں کی ثقاہت کے باوجود صرف اس مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے سند کو ضعیف قرار دیا مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔ایک حدیث کے ذیل میں اسی نے لکھا،

مؤمل بن اسماعيل وصفه البخارى وغيره بكثرة الخطأ، وقال محمد بن نصر المروزى : المؤمل اذا انفرد بحديث وجب أن يتوقف و يتثبت فيه لأنه كان سيئي الحفظ ، كثير الغلط ، (جلد ۲ صفحه ۲۳)

یعنی مؤمل بن اسماعیل اس کو امام بخاری وغیرہ نے کثرت خطاء کے ساتھ موصوف کیا ہے اور محمد بن نصر مروزی نے کہا کہ جب مؤمل اکیلا روایت کرے تو اس کی حدیث پر عمل کرنے سے رُک جانا ضروری ہے اور اس میں یہ چیزیں ثابت ہیں کیونکہ وہ ردی حافظے والا اور بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔یہی مزید لکھتا،

مؤمل بن اسماعيل : ثقة ، الا أنه دفن كتبه ، فكان يحدث من حفظه ، فكثر

خطؤه ، فلا يقبل حديثه اذا انفرد به ، .... (جلد ۴ صفحہ ۵۳۱)

یعنی مؤمل بن اسماعیل ثقہ ہے مگر اس نے اپنی کتب دفن کر دی تھیں پس اپنے حافظہ سے بیان کرتا تھا تو اس میں کثرت سے خطاء کرتا پس اس کی حدیث جب وہ منفرد ہو تو قبول نہیں کی جائے گی۔

اولا: یہ راوی ایسا ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں اب غیر مقلدین کو یہ بات کو سوچنا چاہیے کہ جن کا نام لیتے ہوئے دن رات تھکتے نہیں اور جب بھی کوئی اپنے مطلب کی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی تصانیف میں نظر آئے تو بڑھ چڑھ کر کہتے ہیں کہ جی یہ ,,امیر المؤمنین فی الحدیث،، ہیں، ان کی روایت۔۔۔

یہاں وہی ,,امیر المؤمنین فی الحدیث،، اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔اب جان چھڑانے کی دو ہی صورتیں باقی رہ جاتی ہیں ایک تو یہ کہ یا تو اپنے آپ کو مؤمنین کے گروہ سے خارج کرو اور کہو کہ وہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اور ہم۔۔۔

یا اپنی ,,پرانی عادت،، پر اتر آئیں کہ ہم نہیں مانتے، ہم کوئی مقلد ہیں، ہم تو غیر مقلد ہیں، لہذا ہم نہیں مانتے۔تا کہ عوام الناس کو بھی علم ہو جائے کہ بخاری، بخاری، بخاری کی رٹ لگانے والے مطلب برآری کیلئے کیسے ان سے بھی دستبردار ہوتے ہیں۔اب آپ کو حق ہے جو چاہیں پسند کریں ؟

ثانیا: قارئین یہ بھی ملاحظہ ہو کہ اس سے فرار کی کوئی گنجائش ہی نہیں کیونکہ ایک غیر مقلد نے خود,,الشاہ الشیخ امام احمد رضا خاں فاضل بریلی نور اللہ مرقدہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ،

جسے امام بخاری (علیہ الرحمہ) منکر الحدیث قرار دیں اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔

(فتاوی رضویہ ۴/۴۴۰، دین الحق ۱/۲۲۵)

اور یاد رہے کہ اس کو بھی منکر الحدیث کہنے والے امام بخاری علیہ الرحمہ ہی ہیں تو اس سے روایت لینا کیسے جائز ہو گیا اور وہ بھی دلیل اول کے طور پر؟

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ہو سکتا ہے کہ کوئی غیر مقلد تھالی کے بیگن کی طرح (جب تھالی کو ہلایا جائے گھومنے لگتا ہے) کہہ دے کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے یہ تو تمہارے واسطے لکھا گیا ہے کہ تم ان کو امام تسلیم کرتے ہو، تم اپنے امام صاحب کی بات کو مانو، ہم تو نہیں مانیں گے۔

تو ہم مزید تسلی کے لیے امام بخاری علیہ الرحمہ سے ہی اس کا حکم بھی نقل کر دیتے ہیں۔

تقی الدین الندوی المظاہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ،

بکل من قلت فیه :منکر الحدیث فلا تحل الروایة عنه۔

(علم رجال الحدیث صفحہ ۱۲۷ المکتبة الایمان المدینة المنورہ الطبعة الاولی ۱۹۸۷ء)

یعنی ہر وہ آدمی جس کے متعلق میں منکر الحدیث کہوں تو اس سے روایت لینا حلال نہیں

مزید تسلی کے لئے ملاحظہ ہو (فتح المغیث ۱/۳۷۳ و میزان الاعتدال ۱/۶ و ۲/۲۰۲ وغیرہ وغیرہ)

گھر کی شہادت بھی لے لیں

غیر مقلد زاھدی صاحب لکھتے ہیں

منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق به الترک حدیثه.

(تحقیق الغایة صفحہ ۶۲ جامعة العلوم الاثریة جہلم ۱۹۸۷)

یعنی جس آدمی میں یہ وصف ,,منکر الحدیث،، پایا جائے اس کی روایت ترک کے لائق ہے۔

مولوی امن پوری غیر مقلد لکھتا ہے،

اس میں امام سفیان ثوری کی تدلیس ہے، باقی سند ,,حسن،، ہے لہذا یہ حدیث اپنے شواہد کے

ساتھ ,,صحیح،، ہے۔ مؤمل بن اسماعیل کی امام یحی بن معین اور جمھور نے توثیق کر رکھی ہے،

(تسہیل الوصول ۔۔۔ صفحہ ۱۴۷)

اولا: اس کی سند اگر صحیح بھی ہو تب بھی غیر مقلدین کے ذھبی ءزماں کے نزدیک یہ ضعیف ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا۔ مزید ملاحظہ ہو کہ ان لا مذہبوں کا ذھبی زمان لکھتا ہے،

حافظ ذھبی کی گواہی سے معلوم ہوا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ ضعیف لوگوں سے تدلیس کرتے تھے جو ضعفاء سے تدلیس کرے اس کی عن (بغیر تصریح سماع) والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

(نور العینین صفحہ ۱۲۴)

پس ثابت ہوا کہ یہ روایت غیر مقلدین کی بے اعتمادی والی خود ساختہ خراد مشین پر بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ہیں اور وہ عن سے روایت کر رہے ہیں اور بقول غیر مقلد ان کی عن سے ہر روایت (غیر صحیحین) ضعیف ہے۔

ثانیا: غیر مقلد کا لکھنا ,,مؤمل بن اسماعیل کی امام یحی بن معین اور جمھور نے توثیق کر رکھی ہے،، یہ بات کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے کہ مولوی ہو پندرھویں صدی کا اور ہو بھی غیر مقلد اور حوالہ بھی کوئی نہ نقل کرے صرف اپنی طرف سے لکھ دے۔ جب مولوی جی کو حافظ مزی، حافظ ابن حجر، حافظ ذھبی رحمہم اللہ کی لکھی ہوئی بات بغیر سند کے قبول نہیں تو ان کی بات بغیر حوالہ کے کیسے قبول کی جا سکتی ہے۔

ثالثا: جمھور کی طرف سے مولوی جی نے جو توثیق کا دعوی کیا ہے یہ محض غلط ہے، چاہیے تھا کہ ان جمھور کے اسماء تو نقل کرتے لیکن وہ بھی جانتے تھے کہ یہ ایک ,,دیوانے کی بڑھ،، سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اسی لیے انہوں نے ان جمھور کے نام کو بیان نہ کرنا ہی مناسب سمجھا

آئمہ جرح وتعدیل کے اقوال اس کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں

(۱) امام احمد بن حنبل: یحي بن یمان و مؤمل اذا اختلفا ؟ قال دع ذا کانه لین امرهما ثم قال مؤمل کان یخطیء.

(العلل ومعرفة الرجال للامام احمد صفحہ ۶۰، طبعہ اولی ۱۹۸۸)

(۲) امام ابوبکر الخلال : صدوق سئی الحفظ . (السنة جلد ۳ صفحہ ۴۰۲ برقم ۱۰۷۵)

(۳) امام ابوحاتم: صدوق شدید في السنة کثیر الخطا یکتب حدیثه.

(الجرح والتعدیل جلد ۸ صفحہ ۳۷۴)

(۴) امام بخاری: منکر الحدیث

(لسان المیزان جلد ۷ صفحہ ۴۰۶، تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۹، تہذیب الکمال جلد ۲۹ صفحہ ۱۷۸، میزان الاعتدال جلد ۴ صفحہ ۲۲۸)

(۵) امام ابوداؤد: فعظمه ورفع شأنه الا انه یهم في الشئی.

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۹)

(۶) امام یعقوب بن سفیان: شیخ جلیل سنی سمعت سلیمان بن حرب یحسن الثناء کان مشیختنا یوصون به الا ان حدیثه لا یشبه حدیث اصحابه وقد یجب علی اهل العلم ان یقفوا عن حدیثه فانه یروی المناکیر عن ثقات...

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۹)

(۷) امام ساجی: صدوق کثیر الخطاء وله اوهام .. (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۹)

(۸) امام ابن سعد: ثقة کثیر الغلط (طبقات الکبری جلد ۵ صفحه ۵۰۱)

(۹) امام ابن قانع : صالح یخطئ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۹)

(۱۰) امام ابوزرعہ: فی حدیثه خطأ کثیر (میزان الاعتدال جلد ۴ صفحہ ۲۲۸)

(۱۱) امام دارقطنی : صدوق کثیر الخطاء

(سوالات حاکم للدارقطنی فی الجرح والتعدیل صفحہ ۲۷۷)

(۱۲) امام نصر المروزی: اذا انفرد بحدیث وجب ان یتوقف ویثبت فیه لانه کان سیء الحفظ کثیر الغلط .. (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۹)

(۱۳) امام ابن معین: ثقة (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۹)

(۱۴) امام اسحاق بن راہویہ : ثقة (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۹)

(۱۵) امام ابن حبان: ثقات میں ذکر کیا اور فرمایا: ربما اخطا (کتاب الثقات جلد ۹ صفحہ ۱۸۷)

(۱۶) حافظ ذھبی: صدوق وحافظ عالم یخطیء

(معرفة الرواة صفحہ ۱۸۰ و میزان جلد ۴ صفحہ ۲۲۸)

(۱۷) حافظ ابن حجر: صدوق سئی الحفظ. (تقریب صفحہ ۶۲۱)

مذکورہ بالا محدثین کے اقوال ہم نے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں نقل کیے ہیں، ان میں سے مطلقا ثقہ کہنے والے صرف دو ہیں یعنی امام یحی بن معین اور امام اسحاق بن راہویہ اور باقی دو نے ثقہ کہنے کے باوجود مفسر جرح بھی کی ہے

پس مذکورہ بالا اقوال محدثین سے ثابت ہوا کہ جمہور اس کی توثیق نہیں کر رہے بلکہ تضعیف کر رہے ہیں۔

جیسا کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ,, مؤمل بن اسماعیل وثقه ابن معین و ضعفه

الجمہور ،، (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۴۹)

مزید فرمایا کہ ،، وثقه ابن حبان و ضعفه جماعة ،، (جلد ۵ صفحہ ۱۲۹)

ہوسکتا ہے کہ غیر مقلدین اس کے بارے ان الفاظ ،، صدوق ، صالح ، شیخ جلیل سنی ،، وغیرہ پر اڑ جائیں اور اپنے حواریوں میں شور مچانے لگے کہ دیکھیں جی یہ سچے ، نیک جلیل القدر سنی شیخ ہیں۔

اولا: اگر یہ الفاظ بغیر جرح کے ہوں تب بھی کسی راوی کو اعلی قسم کا ثقہ ثابت نہیں کرتے یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے کہ جس نے بھی ،، صدوق ، صالح ، شیخ جلیل سنی ،، وغیرہ کہا ساتھ ہی مفسر جرح بھی کر دی کہ یہ ،، کثیر الغلط ، کثیر الخطاء ، سئی الحفظ ،، ہے

ثانیا: اسی مولوی جی کے ہمنوا محقق زئی صاحب نے ،، ابوبکر بن عیاش ،، کے تعارف کے تحت لکھا کہ ،، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ علمائے حدیث کی بہت بڑی اکثریت نے انہیں ثقہ و صدوق ہونے کے ساتھ کثیر الغلط ، سئی الحفظ وھمی (بہت غلطیاں کرنے والا ، برے حافظے والا) قرار دیا ہے لہذا اگر وہ کسی روایت میں منفرد ہوں تو وہ ضعیف سمجھی جائے گی ۔۔۔

(نور العینین صفحہ ۱۶۳)

تو جس کو اکثریت ثقہ اور صدوق کہے لیکن ساتھ کثیر الغلط ، سئی الحفظ وھمی وغیرہ کے الفاظ بھی ذکر کرے تو اس کی وہ روایت جس میں وہ منفرد ہو ضعیف سمجھی جائے گی ۔ تو اس روایت میں بھی مؤمل بن اسماعیل منفرد ہے جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا اور اکثریت اس کو ،، کثیر الغلط ، کثیر الخطأ ، سئی الحفظ ،، کہہ رہی ہے لہذا غیر مقلدین کے محقق کے اس اصول کے مطابق بھی یہ روایت ضعیف ہے ۔

ثالثا: علامہ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ،، ذکر الترمذی : انه رب

رجل صالح مجتهد فی العبادة ولا یقیم الشهادة ولا یحفظها و کذالک الحدیث لسوء حفظ و کثرة غفلة .. (شرح العلل الترمذی لابن رجب ۱/۹۳)

یعنی امام ترمذی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا کہ بعض اوقات آدمی صالح (نیک) اور بڑی عبادت کرنے والا ہوتا ہے لیکن شہادت دینے کا اہل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کو یاد رکھ سکتا ہے اور ایسے ہی سئی الحفظ اور کثیر الغفلت کی روایت۔

امام ابن ابی حاتم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

ان الرجل یکون صالحا ویکون کذابا یعنی یحدث بما لا یحفظ .

(شرح العلل جلد ۱ صفحہ ۹۴ والجرح والتعدیل جلد ۱ صفحہ ۳۳)

یعنی آدمی نیک ہوتا ہے اور اس کے ساتھ جھوٹا بھی یعنی وہ احادیث بغیر حفظ کے بیان کرتا ہے

امام باجی مالکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

واما من عرف بکثرة السهو والغلط .... فلا یجب الاحتجاج بخبره ، لانه لا یغلب علی الظن صدقه ولا صحة خبره ...(احکام الفصول فی احکام الاصول ص ۲۹۶)

اور جو کثرت سہو اور غلط کے ساتھ معروف ہو .... تو اس کی حدیث سے احتجاج جائز نہیں ہے کیونکہ غالب گمان اس میں صدق نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کی حدیث صحیح ہوگی۔

تحریر اور اس کی شرح تیسیر میں ہے۔

(فغفلة) ای فظاهر حاله غفلة فلا یحتج بروایته ..... (تیسیر التحریر ص ۴۴ ج ۳)

یعنی جس راوی میں سہو و غفلت ظاہر ہو جائے اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وهذه الروایة عن ابن مهدی توافق قول شعبة ویحییٰ والشافعی : ان کثرة

الغلط تردبه الروایة ....(شرح علل ترمذی ص ۱۱۲)

ابن مهدی کی یہ روایت امام شعبہ ویحییٰ وشافعی رحمہم اللہ کے قول کے موافق ہے کہ کثیر الغلط کی روایت رد کردی جائے گی۔

غیر مقلدین کے گھر کی گواہی

غیر مقلد حافظ عبدالمنان نور پوری لکھتا ہے

راوی کے ثقہ ہونے کے لئے اس کے سچا (صدوق) ہونے کے علاوہ اور صفات بھی درکار ہیں

(مسئلہ رفع الیدین صفحہ ۱۰۳)

غیر مقلد حافظ محمد گوندلوی نے لکھا

تطبیق ممکن ہے کہ ویسے تو (صدوق) سچا ہے عمداً جھوٹ نہیں بولتا خرابی حفظ کی وجہ سے غلطی ہو جاتی ہے اور ہے بھی نیک آدمی اس سے حدیث میں محتج بہ اور متابعت میں قابل اعتبار ہونا کہاں لازم آتا ہے (التحقیق الراسخ صفحہ ۱۲۴ گجرات ۱۹۸۵ء)

پس معلوم ہوا کہ یہ الفاظ بھی غیر مقلدین کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے

خامسا: ہوسکتا ہے کہ سلیمان بن حرب رحمہ اللہ کی تعریف غیر مقلدین کے دل کو بھا جائے اور اس پر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

تو معلوم ہونا چاہیے کہ جہاں انہوں نے اس کی تعریف کی ہے وہاں یہ بھی وضاحت کی ہے کہ اس کی روایات اس وقت کے دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہوتی تھیں اور اہل علم پر واجب ہے کہ اس کی روایت پر عمل نہ کریں کیونکہ یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا ہے،

بقول سلیمان بن حرب رحمہ اللہ اہل علم پر تو واجب ہے کہ اس کی روایت کردہ حدیث پر عمل نہ

کریں، اب غیر مقلدین ہی بتائیں کہ وہ کیا ہیں۔۔۔؟

یقیناً بقول سلیمان بن حرب رحمہ اللہ ,,جاھل،، کیونکہ انہوں نے کہا کہ اہل علم پر اس کا ترک واجب ہے تو جو اس کی روایت سے دلیل پکڑے وہ جاھل ہی ہوگا۔

پھر یہ ہے بھی اس میں منفرد اور بقول امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ اس کی روایات پر اس حالت میں (عمل کرنے سے) رک جانا واجب ہے۔

قارئین: مقام غور ہے کہ ایسا راوی جس سے بقول ,,امیر المؤمنین فی الحدیث،، امام بخاری رحمہ اللہ روایت لینا حلال نہیں اور جو اکثریت کے نزدیک کثیر الخطاء، کثیر الغلط، وھمی، ثقات سے مناکیر روایت کرنے والا ہو، اس کی روایت کو اپنے آپ کو ,,اہل حدیث،، کہلوانے والے دلیل اول کے طور پر پیش کرتے ہیں (لیکن شرم نہیں آتی) اور ایسے راوی کی روایت جس کی روایت کو خود ان کا محدث بھی ضعیف تسلیم کر چکا ہے، **فیا للعجب**

قارئین: پس یہ بات عیاں ہوگئی کہ اس روایت کا راوی مؤمل بن اسماعیل بالکل ضعیف، منکر الحدیث، کثیر الخطاء، کثیر الغلط، ترک کا مستحق بلکہ واجب الترک ہے اور اس کی روایت کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتی۔

عجب بات ہے کہ اہل سنت کو ضعیف احادیث پر عمل کرنے والوں کے طعنے دینے والے جب اپنے دلائل دیتے ہیں تو کیسی کیسی روایات دلیل اول کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ کیا اس کو ہی ,,ایمان داری،، کہا جاتا ہے جو ہم کرتے ہیں۔

ایک اور غیر مقلد نے لکھا کہ

حفص بن غیاث گو ثقہ ہے لیکن آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ (میزان ص ۵۶۷ ج ۱

وتقریب)اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب یہ علم نہ ہو کہ راوی نے مروی عنہ سے خرابی حافظہ کے بعد سنا ہے یا پہلے تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی بلکہ ساقط ہوتی ہے (دین الحق جلد ا صفحہ ۲۱۰)

قارئین: مقام غور ہے کہ اگر آخری عمر میں حافظہ کمزور ہو جائے تو جب تک معلوم نہ ہو کہ اس سے روایت کرنے والے نے اس کا حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنا ہے یا بعد تو وہ روایت ساقط ہوگی اور قابل قبول نہیں ہوگی، اس قانون کو جاننے اور لکھنے والے کو یہ پتہ نہ چلا کہ میں جس کی روایت کو دلیل اول کے طور پر نقل کر رہا ہوں اس کا تو حافظہ تھا ہی خراب۔

ایسے آدمی کی روایت، آخر کس اصول کے تحت قبول ہی نہیں کی بلکہ دلیل اول کے طور پر پیش کی۔؟

دعوت عام

اگر نجدی گروہ اس روایت کو اصول حدیث کی روشنی میں صحیح ثابت کر دے تو (۱۰۰۰۰) دس ہزار نقد انعام دیا جائے گا لیکن قیامت آسکتی ہے مگر یہ اس کو صحیح ثابت نہیں کر سکتے (انشاءاللہ) کیونکہ محدثین کے نزدیک ایسے راوی کی روایت نا قابل قبول ہوتی ہے جیسا کہ

علامہ خطیب بغدادی، عبدالرحمٰن بن مہدی سے نقل فرماتے ہیں۔

لا یترک حدیث رجل الا رجلا متهما بالکذب اور جلا الغالب علیه الغلط۔ (الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۱۷۳،۱۷۴، شرح علل ص ۱۰۹ ابن رجب)

یعنی کسی شخص کی روایت رد نہیں کی جائے گی مگر ایسے شخص کی کہ جو متہم بالکذب ہو اور جس پر غلط غالب ہو (یعنی کثیر الغلط ہو)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں۔

یکتب الحدیث الا عن اربعة ، غلاط یرجع و کذاب ،وصاحب بدعة وهو یدعو الی بدعته ورجل لا یحفظ فیحدث من حفظه (الکفایة ۱۷۴)

یعنی حدیث لکھی جائے گی مگر چار شخصوں سے نہیں، زیادہ غلطیاں کرنے والا جو رجوع نہ کرے، کذاب، بدعتی (وہ جو اپنی بدعت کی طرف بلائے) اور کمزور حافظہ والا اگر حفظ کے تحت بیان کرے تو۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں۔

ومن کثر غلطه من المحدثین ولم یکن له اصل کتاب صحیح لم یقبل حدیثه. (الکفایة ۱۷۴)

اور جو کثیر الغلط ہو اور اس کے پاس صحیح کتاب نہ ہو تو اس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی۔

پھر نقل فرماتے ہیں۔

و آخریهم و الغالب علی حدیثه الوهم فهذا یترک حدیثه۔. (الکفایة ۱۷۴)

اور دوسرے جن کی احادیث میں وہم ہو (یعنی جو کثیر الوہم ہوں) ان کی حدیث ترک کر دی جائے گی۔

اور جس راوی کی حدیث میں وہم غالب ہو وہ متروک الحدیث ہے۔

(از ابن مہدی، المحدث الفاضل ص ۴۰۶)

پس ثابت ہوا کہ یہ روایت ضعیف، منکر، واجب الترک، نا قابل عمل ہے۔

غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ ,,امام الجرح والتعدیل الحافظ الذہبیؒ لکھتے ہیں: کان (ای مؤمل بن اسماعیل)من ثقات البصریین ، ،یعنی: ,,مؤمل بن اسماعیل ثقہ بصریوں میں سے تھے۔ (العبر فی خبر من غبر : ۱/۲۷۴) امام ہیثمیؒ (متوفی: ۸۰۷) نے ,,مؤمل بن اسماعیل ،،کو ثقہ

قرار دیا ہے(مجمع الزوائد:۴/۳۳۳) جناب ظفر احمد تھانوی نے مؤمل بن اسماعیل کو ,,ثقہ،، قرار دیا ہے۔(اعلاء السنن:۳/۱۰۸) اس کی دوروایتوں کو ,,حسن،، کہا ہے(اعلاء السنن:۳/۶۹،۹۵)

(تسہیل الوصول ۔۔۔صفحہ ۱۴۷)

اولا: لامذہب کو چاہیے تھا کہ پہلے اپنے ہمنوا محقق سے مشورہ کر لیتے کہ امام بخاری، ابوحاتم، دارقطنی، ابوزرعہ، ساجی، امام احمد بن حنبل جیسے لوگوں نے جو کہ متقدمین میں سے ہیں اس پر جرح کی ہے کیا ان کے مقابلہ میں امام ذھبی اور امام ہیثمی رحمہما اللہ جو کہ مؤخر ہیں ان کی توثیق قبول کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں کیونکہ اسی کا ہمنوا محقق زئی لکھتا ہے،

,,درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ غضب کے مدلس تھے لہذا ان کو درجہ ثانیہ میں ذکر کرنا غلط ہے مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کو درجہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔حافظ العلائی کیکلدیؒ نے حافظ ابن حجر سے پہلے ان کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔حافظ العلائی (۶۹۴۔۷۶۱ھ) حافظ ابن حجر سے زیادہ ماہر اور متقدم تھے اور درج بالا دلائل کی روشنی میں حافظ العلائی کی بات صحیح اور حافظ ابن حجر کی بات غلط ہے،،(نور العینین صفحہ ۱۴۷)

اولا: قارئین یہاں پر بھی غیر مقلدین کے ذھبی ءزمان بددیانتی اور دھوکہ، فریب سے باز نہیں آیا، بلکہ یہاں بھی لکھا، حافظ العلائی رحمہ اللہ نے اس کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے جبکہ یہ بات غلط اور جھوٹ ہے، حافظ العلائی لکھتے ہیں

....بل هم على طبقات :أولها . من لم يوصف بذلك الا نادرا جدا بحيث انه لا ينبغي أن يعد فيهم كيحي بن سعيد الأنصاري و هشام بن عروة و موسى ابن عقبة .

وثانيها . من احتمل الأئمة تدليسه و خرجوا له في الصحيح و ان لم يصرح

بالسماع و ذلک اما لامامته او لقلة تدلیاسه في جنب ما روى او لانه لا يدلس الا عن ثقة و ذلک كالزهري و سليمان الاعمش ....وابن جريج والثوري و ابن عيينة .....(جامع التحصیل في احکام المراسیل صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰)

ثانیا: ہم کہتے ہیں، کیا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ متقدم ہیں یا امام ذھبی رحمہ اللہ؟ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ زیادہ ماہر ہیں یا حافظ ذھبی رحمہ اللہ ؟

امام بخاری رحمہ اللہ متقدم ہیں یا حافظ ذھبی رحمہ اللہ؟ امام بخاری رحمہ اللہ زیادہ ماہر ہیں یا حافظ ذھبی رحمہ اللہ؟

امام ابوحاتم رحمہ اللہ متقدم ہیں یا حافظ ذھبی رحمہ اللہ؟ امام ابوحاتم رحمہ اللہ زیادہ ماہر ہیں یا حافظ ذھبی رحمہ اللہ؟

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ متقدم ہیں یا حافظ ذھبی رحمہ اللہ؟ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ زیادہ ماہر ہیں یا حافظ ذھبی رحمہ اللہ؟

امام دارقطنی رحمہ اللہ متقدم ہیں یا حافظ ذھبی رحمہ اللہ؟ امام دارقطنی رحمہ اللہ زیادہ ماہر ہیں یا حافظ ذھبی رحمہ اللہ؟

اگر متقدم اور زیادہ ماہر ہونے کی وجہ سے حافظ العلائی رحمہ اللہ کی بات درست ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی مؤخر اور زیادہ ماہر نہ ہونے کی وجہ سے غلط۔(جو کہ جھوٹ ہے)

تو امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابوحاتم، امام ابوزرعہ، امام دارقطنی رحمہم اللہ وغیرہم جو کہ مہارت میں بھی فوقیت رکھتے ہیں اور ہیں بھی متقدمین میں سے تو پھر ان کی بات درست ہوگی یا حافظ ذھبی رحمہ اللہ جو کہ مؤخر ہیں ان کی ۔۔۔؟

پس ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے ,,ذھبی ءزماں،، کے اس اصول کے تحت یہاں حافظ ذھبی

رحمہ اللہ کی بات قابل قبول نہیں ہوگی بلکہ دوسرے محدثین کی بات ہی قابل قبول ہوگی۔

ثانیا : یہی حافظ ذھبی رحمہ اللہ اس کو ,,خطائیں کرنے والا،، بھی لکھ رہے ہیں جیسا کہ ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے، وہاں انہی کا قول کیوں قابل قبول نہیں ہے؟

ثالثا : امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو صرف ثقہ نہیں کہا بلکہ ساتھ جرح کا بھی ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس کے بارے میں لکھا۔

(۱) رواہ البزار وفیه مؤمل بن اسماعیل وھو ثقة وقیل فیه أنه کثیر الخطأ جلد۲ صفحہ۱۱۹

(۲) رواہ احمد وفیه مؤمل بن اسماعیل وھو موثق وفیه کلام ۔(جلد۳ صفحہ۲۰۲)

(۳) رواہ الطبراني من طریقین في احدهما منصور بن دینار وھو ضعیف و في الاخری مؤمل بن اسماعیل وثقة ابن معین وضعفه الجمهور (جلد۵ صفحہ۴۹)

(۴) رواه الطبراني في الأوسط و فیه مؤمل بن اسماعیل وثقه ابن حبان و ضعفه جماعة. (جلد۵ صفحہ۱۲۹)

(۵) رواه البزار وفیه مؤمل بن اسماعیل وثقه ابن معین و ابن حبان وضعفه البخاري وغیره . (جلد۵ صفحہ۱۷۸)

(۶) رواه الطبراني وقال لم یرفعه عن حماد بن زید الا مؤمل بن اسماعیل قلت و مؤمل ثقة کثیر الخطأ وقد وثقه ابن معین وغیره و ضعفه البخاري وغیره . (جلد۷ صفحہ۱۲۸)

(۷) رواه احمد ...مؤمل بن اسماعیل وھو ثقة و فیه ضعف . (جلد۸ صفحہ۱۸۳)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو کہیں بھی صرف ثقہ نہیں کہا، جہاں کہا کہ ثقہ ہے وہاں ساتھ ہی جرح کا ذکر بھی کردیا۔ یہاں غیر مقلد کو شاید امام

ہیثمی رحمہ اللہ کے دوسرے اقوال کیوں قبول نہیں، صرف اس لئے کہ وہ مطلب کے نہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ جمھور نے اس کی تضعیف کی ہے لیکن غیر مقلد کہتا ہے کہ جمھور نے اس کی توثیق کی ہے۔اور پھر امام ہیثمی رحمہ اللہ ہی امام بخاری رحمہ اللہ سے اس کی تضعیف نقل کرتے ہیں، جب کہ آگے جا کر غیر مقلد نے اس کا بھی انکار کیا ہے۔جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔انشاءاللہ

اس ایک محدث کے اقوال سے ہی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ لا مذہبوں کا گروہ جس کو بھی قبول کرتا ہے صرف اپنے مقصد کی خاطر، جہاں دیکھا کہ ہمارا مقصد حل ہو رہا ہے وہاں اس کو امام الجرح والتعدیل بھی لکھ دیا اور جہاں دیکھا کہ یہ ہمارے خلاف جارہا ہے وہاں اس کی بات کو ہی غلط قرار دے دیا۔

ثانیا : غیر مقلد نے مجمع الزوائد کا جو حوالہ دیا ہے ہمیں وہاں اس مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں امام ہیثمی رحمہ اللہ کا یہ قول نہیں ملا۔لگتا ہے کہ یہاں بھی ہوشیاری سے کام لیا ہے کہ حوالہ غلط دوں تا کہ کوئی دیکھ نہ لے۔واللہ اعلم

ثالثا : یہاں ایک طویل فہرست موجود ہے کہ جن راویوں کو مجمع الزوائد میں امام ہیثمی رحمہ اللہ نے ثقہ قرار دیا ہے لیکن غیر مقلدین اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جسے ہم طوالت کے خوف سے ترک کر رہے ہیں۔

رابعا: غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ ,,ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے،،

اولا: کیا غیر مقلدین نے ظفر احمد تھانوی کو آئمہ جرح وتعدیل میں تسلیم کرلیا ہے کہ ان کی توثیق کو دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

ثانیا : آئمہ جرح وتعدیل، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابوحاتم، امام ابوزرعہ، امام دارقطنی رحمھم اللہ وغیرہم کی جرح کے سامنے تھانوی صاحب کی توثیق کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

یہی مولوی امن پوری غیر مقلد لکھتا ہے،

,,امام بخاریؒ سے اس کو ,,منکر الحدیث،، کہنا ثابت نہیں ہے، امام مزیؒ، امام ذھبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے اس قول کو ,,بلاسند،، ذکر کیا ہے، امام بخاریؒ کی کسی تصنیف میں یہ قول مذکور نہیں ہے، جبکہ خود امام بخاریؒ نے مؤمل بن اسماعیل سے صحیح بخاری میں ,,شواہد،، میں روایت لی ہے۔ دیکھیں صحیح البخاری: ۱/۲/۳۷۲ حدیث ۲۷۰۰، ۲/۴۹/۱۰۴۰ حدیث: ۷۰۸۳) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مؤمل بن اسماعیل امام بخاریؒ کے نزدیک منکر الحدیث نہیں ہے، جیسا کہ محمد بن طاہر المقدسی لکھتے ہیں ,,بل استشهد (البخاری) به (ای حماد بن سلمة) فی مواضع لیبین انه ثقة،، یعنی ,,امام بخاریؒ نے کئی جگہوں میں حماد بن سلمۃ کی روایت شواہد میں ذکر کی ہے، تا کہ یہ بات بیان کریں کہ وہ ثقہ راوی ہے،، (شرائط الائمۃ الستۃ: ۱۸)

(تسہیل الوصول ـــ صفحہ ۱۴۷)

اولا: اگر امام بخاری رحمہ اللہ سے اس کو ,,منکر الحدیث،، کہنا ثابت نہ بھی ہو تو بھی اس کی یہ روایت صحیح ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کی روایات کو غیر مقلدین کے بڑوں نے بھی ضعیف تسلیم کیا ہے، جیسا کہ غیر مقلدین کے محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری نے لکھا ہے

قلت سلمنا ان مؤمل بن اسماعیل ضعیف ورواية البيهقي هذه ضعيفة.

(ابکار المنن صفحہ ۱۰۹ الجامعۃ السلفیۃ لائکفور تاریخ اشاعت ۱۹۶۸ء)

یعنی میں کہتا ہوں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہے اور امام بیہقی کی یہ روایت جس میں یہ راوی ہے ضعیف ہے۔

ایسے ہی حافظ ثناء اللہ زاھدی غیر مقلد علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے نقل کرتا ہے

مؤمل بن اسماعیل. فیه، مقال: قال ابو حاتم: صدوق: کثیر الخطاء

فی حدیثه عن الثوری ضعف ـ (توجیہ القاری ص ۳۲۱ ـ جہلم ۱۹۸۶ء)

اس میں کلام ہے ابو حاتم نے کہا: صدوق اور بہت زیادہ خطاء کرنے والا ہے، اور ثوری سے اس کی حدیث ضعیف ہے۔ یہ روایت بھی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے ہی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اگر امام بخاری رحمہ اللہ سے اس کو منکر الحدیث کہنا ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس کی یہ روایت غیر مقلدین کے بڑوں کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔

ثانیا: امام بخاری رحمہ اللہ سے اس پر یہ جرح ذکر کرنے والے مندرجہ ذیل محدثین ہیں، حافظ یوسف المزی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ذھبی رحمہم اللہ وغیرہم ہیں جن کی امامت اور ثقاہت کے قائل غیر مقلدین بھی ہیں۔ کیا امام بخاری رحمہ اللہ کی کسی کتاب میں نہیں تھا تو انہوں نے اپنی طرف سے نقل کر دیا اور اگر انہوں نے اپنی طرف سے نقل کیا تو یہ محرف ہوئے اور محرف عادل اور ثقہ نہیں ہو سکتا کیا غیر مقلدین ان کو محرف یا جھوٹے کہنا چاہتے ہیں؟

اگر ایک سے یہ بات مروی ہوتی تو کہا جا سکتا تھا کہ اس کو سہو ہوا ہے لیکن یہاں تو تین جلیل القدر محدثین اس کو امام بخاری رحمہ اللہ سے ذکر کر رہے ہیں اور سند کا ذکر نہ کرنا یہ کوئی بڑی بات نہیں اسماء الرجال سے تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا بھی اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ ان محدثین نے اکثر اپنی کتب میں امام بخاری رحمہ اللہ کے اقوال کو ذکر کیا ہے لیکن وہاں سند کو بیان نہیں کیا کیونکہ انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتب سے ان باتوں کو دیکھ کر نقل کیا اس لیے ان کی اسناد کا ذکر نہیں کیا۔

اگر کہیں کہ نہیں انہوں نے کسی سے سنی سنائی بات کو نقل کیا ہے تو علم سے تھوڑا سا بھی تعلق رکھنے والا یہ بات جانتا ہے کہ اگر انسان کسی سے سنی ہوئی بات کو بیان کرے اور کسی اور کی طرف سے بیان ہو تو ضروری ہے کہ اس کا نام ذکر کرے ورنہ یہ خیانت ہوگی۔

کیا جہاں انہوں نے کسی امام کا قول نقل کیا ہے اور اس کی سند بیان نہیں کی سب غلط ہیں۔
نہیں، بلکہ یہاں یہی بات درست ہے کہ اس کی اشاعت کرنے والوں سے غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے مؤمل بن اسماعیل کی بجائے امام بخاری رحمہ اللہ کے قول منکر الحدیث کو مؤمل بن سعید کے ساتھ ذکر کر دیا کیونکہ اکثریت محدثین نے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں ہی امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کسی ایک نے بھی مؤمل بن سعید کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ قول نقل نہیں کیا اور پھر ان تینوں حفاظ حدیث کے علاوہ بھی امام بخاری رحمہ اللہ سے اس کی تضعیف کا قول نقل کرنے والے موجود ہیں جیسا کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد میں جلد ۵ صفحہ ۷۸ پر فرمایا ,, وثقه ابن معين و ابن حبان و ضعفه البخارى ،، اور اسی طرح جلد ۷ صفحہ ۱۲۸ پر بھی اس کی تضعیف کا قول امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا۔
اگر منکر الحدیث کا قول امام بخاری رحمہ اللہ کا نہیں اس کے بارے میں تو وہ کون سے الفاظ ہیں جن سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تضعیف کی ہے جیسا کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ کیا امام ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی غلط لکھا۔
اور اسی طرح حافظ احمد بن ابی بکر بن اسماعیل الکنانی رحمہ اللہ نے بھی ,, مصباح الزجاجة جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ میں اس کے بارے میں کہا ,, اختلف فيه فقيل ثقة وقيل كثير الخطأ و قيل منكر الحديث ، ،اگر یہ قول امام بخاری رحمہ اللہ کا نہیں تو کس کا ہے اور تو کسی نے اس کو منکر الحدیث نہیں کہا تو لازم ہے کہ حافظ احمد کنانی رحمہ اللہ نے یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف سے ہی نقل کیا ہے۔
مذکورہ بالا پانچ محدثین امام بخاری رحمہ اللہ سے اس کی تضعیف کا قول نقل کر رہے ہیں کیا یہ سب جھوٹ لکھ رہے ہیں؟

نہیں۔ لازمی امر ہے کہ یہاں غلطی اشاعت کرنے والوں سے ہوئی ہے کہ انہوں نے اس قول کو مؤمل بن سعید کے ترجمہ میں لکھ دیا۔ اور پھر آج تک کسی بھی ثقہ مسلمان نے ان کے اس قول کی تردید بھی نہیں کی۔
کیا اس کی اشاعت سے قبل کسی محدث نے اس کتاب میں یہ نہ دیکھا کہ یہ قول تو امام بخاری رحمہ اللہ نے مؤمل بن سعید کے لیے کہا ہے اور مندرجہ بالا محدثین اس کو مؤمل بن اسماعیل کے لیے نقل کر رہے ہیں۔
ثانیا : کسی ضعیف راوی سے امام بخاری رحمہ اللہ کا اپنی صحیح میں شواہد کے طور پر روایت لینا یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی قانون ہے کیونکہ شواہد میں تو ضعیف کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے اور غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ ,, یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مؤمل بن اسماعیل امام بخاریؒ کے نزدیک منکر الحدیث نہیں ہے ،،
میں کہتا ہوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ,, ابراهيم بن اسماعيل بن مجمع ،، کو خود ,, ضعفاء ،، میں ذکر کیا ہے۔
پھر اس سے اپنی صحیح میں استشہاد بھی فرمایا۔ اگر یہ راوی ان کے نزدیک ضعیف نہیں تھا تو اس کو ضعفاء میں شمار کیوں کیا۔ ملاحظہ ہو اس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں
,, ابراهيم بن اسماعيل بن مجمع بن جارية الأنصارى ... وهو كثير الوهم ... (الضعفاء الصغير صفحہ ۱۲، دارالوعي حلب، ۱۳۹۶) اور اس سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے جیسا کہ حافظ یوسف المزی نے لکھا کہ ,, استشهد به البخارى ، تهذيب الكمال جلد ۲ صفحہ ۴۵) اور ایسے ہی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مقدمہ ,, فتح الباری ،، میں ذکر کیا کہ
,, ابراهيم بن اسماعيل بن مجمع الأنصارى ضعيف عندهم علق له موضعا

واحدا. (مقدمہ فتح الباری شرح صحیح البخاری ۴۵۶)

(۲) ثابت بن محمد العابد ابو محمد، ابو اسماعیل۔

اس کو بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے ضعفاء میں ذکر کیا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ,,وذکرہ البخاری فی الضعفاء ،، (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۱۳) اور اس سے اپنی صحیح میں روایت لی۔ ملاحظہ ہو (جلد ۱ صفحہ ۳۵۵ اور جلد ۲ کتاب التوحید)

(۳) حریث بن ابی مطر الکوفی الحناط۔

اس کو بھی ضعفاء میں ذکر کیا ملاحظہ ہو ,,الضعفاء الصغیر صفحہ ۳۶ والتاریخ الکبیر جلد ۳ صفحہ ۷۱،، فرماتے ہیں ,,حریث بن ابی مطر الکوفی روی عن الشعبی لیس عندھم بالقوی ...،، اور کبیر میں لکھا ..فیہ نظر... اور پھر اپنی صحیح میں اس کو متابعت میں ذکر بھی کیا ملاحظہ ہو (جزء ۷ صفحہ ۱۰۱ برقم ۵۵۵۶ کتاب الاضاحی، دار طوق النجاۃ بیروت)

یہ بھی یاد رہے کہ جس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں اس کے بارے میں غیر مقلدین کے محدث نے نقل کیا ,,وقال البخاری فیہ نظر ولا یقول ھذا الا فیمن یتھمہ غالبا ،، (تحفة الأحوذي جلد ۱۰ صفحه ۱۱۸)

(۴) عباد بن راشد التمیمی البصری۔

اس کو بھی امام بخاری نے ضعفاء میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو ,,ضعفاء الصغیر صفحہ ۷۵ والتاریخ الکبیر جلد ۶ صفحہ ۳۶،، فرماتے ہیں ,,عباد بن راشد عن الحسن وثابت البنانی روی عنه بن مهدی یهم شیئا وترکه یحي القطان ،، اور کبیر میں فرمایا ,,عباد بن راشد عن الحسن هو التمیمی روی بن مهدی وترکه یحي القطان البصری ،، اور پھر اس سے اپنی صحیح میں ,,جزء ۶ صفحہ ۲۹ برقم ۴۵۲۹ فی التفسیر سورۃ البقرۃ،،۔

اسی طرح اور کئی راوی ہیں کہ جن کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ضعفاء میں شمار کیا اور ان سے اپنی صحیح میں شواہد میں یا تعلیقا روایات لی ہیں۔ جن کو ہم اختصار کے پیش نظر ذکر نہیں کر رہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ یہ تو کبھی بھی دلیل نہیں بن سکتی کہ امام بخاری رحمہ اللہ جس سے شواہد میں روایت لیں تو وہ ان کے نزدیک ثقہ ہو جیسا کہ ہم نے اوپر ثابت کر دیا ہے کہ کئی راویوں کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ضعفاء میں شمار کیا اور ان سے اپنی صحیح میں شواہد میں یا تعلیقا روایات بھی لی ہیں۔

گذشتہ تمام بحث بلحاظ سند تھی اب اس کے متن کی طرف آئیے

تو اس روایت میں ,,علی صدرہ ،، یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنا ،، کی زیادت غیر محفوظ ہے

,,علی صدرہ ،، کی زیادت شاذ ہے

علامہ نیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وزیادۃ علی صدرہ غیر محفوظۃ. (التعلیق الحسن علی آثار السنن صفحہ ۸۲ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اور اس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ غیر محفوظ ہیں یعنی صحیح نہیں ہیں

مزید فرماتے ہیں

قلت رواہ احمد فی مسندہ عن طریق عبد اللہ بن الولید عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر ،واحمد ونسائی من طریق زائدہ عن عاصم عن وائل وابو داؤد من طریق بشر بن المفضل عن عاصم عن ابیہ عن وائل وابن ماجہ من طریق عبد اللہ بن ادریس وبشر بن المفضل عن عاصم عن ابیہ عن وائل واحمد عن طریق عبد الواحد وزهیر بن معاویة وشعبة عن عاصم عن ابیہ عن وائل کلھم بغیر ھذہ الزیادہ وقدنص ابن القیم فی اعلام

الموقعين لم يقل على صدره غير مؤمل بن اسماعيل فثبت انه متفرد فى ذلک وقدروى هذا الحديث من طريق علقمه وغير ه عن وائل بن حجر وليس فيه هذ ه الزيادة فلا شک انها غير محفوظ ....

(التعلیق الحسن علی آثار السنن ص ۸۴)

اور یہ قول کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے صحیح نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو احمد نے اپنی مسند میں عبداللہ بن الولید وہ سفیان سے، وہ عاصم سے، وہ اپنے باپ سے، وہ وائل بن حجر کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور احمد ونسائی نے زائدہ وہ عاصم سے، وہ اپنے باپ سے، وہ وائل سے۔ اور ابوداؤد نے بشر بن مفضل سے، وہ عاصم سے، وہ اپنے باپ سے، وہ وائل سے۔ اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن ادریس اور بشر بن مفضل سے، وہ راوی عاصم سے وہ، اپنے باپ سے، وہ وائل سے۔ اور امام احمد نے عبدالواحد اور زہیر بن معاویہ اور شعبہ وہ عاصم سے، وہ اپنے باپ سے، وہ وائل بن حجر سے، تمام نے اس زیادۃ کے بغیر ہی حدیث کا اخراج کیا ہے اور ابن القیم نے ,,اعلام الموقعین،، میں اس پر نص پیش کی ہے کہ سوائے مومل کے کسی نے بھی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ روایت نہیں کئے۔ پس ثابت ہوگیا کہ وہ متفرد ہے۔ تحقیق یہ حدیث علقمہ نے بھی وائل سے روایت کی ہے اور اس میں بھی یہ زیادۃ نہیں ہے۔ پس بیشک یہ زیادت غیر محفوظ ہے۔

تو ثابت ہوا کہ اصل مسئلہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی بات تھی اور وہ الفاظ اس روایت سے ثابت نہ ہوسکے تو ثابت ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ شاذ بھی ہے کیونکہ دیگر ثقہ راویوں کے خلاف مومل نے یہ الفاظ بیان نہیں کئے اور جب کوئی راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے تو اس کو شاذ کہتے ہیں۔ لہذا یہ روایت شاذ بھی ہے۔ اس لئے دلیل کے

طور پر پیش نہیں کی جاسکتی۔

پلٹ کے سوئے چمن دیکھنے سے کیا حاصل

وہ شاخ ہی نہ رہی جو تھی آشیاں کیلئے

وہ اسناد اور روایات ملاحظہ فرمائیں جن کی طرف علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے

سنن نسائی

اخبرنا سويد بن نصر حدثنا عبد الله بن المبارک عن زائده قال حدثنا عاصم بن كليب قال حدثنى ابى ان وائل بن حجر اخبره قال قلت لانظرن الى صلوة رسول الله ﷺ كيف يصلى فنظرت اليه فقام فكبر و رفع يديه حتى حاذتا باذنيه ثم وضع يده اليمنى على كفه اليسرى والرسغ والساعد فلما اراد ان يركع رفع يديه ..... الحديث (سنن نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۴۱)

سنن ابو داؤد

حدثنا مسدد نا بشر بن المفضل عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر قال قلت لانظرن الى صلوة رسول الله ﷺ كيف يصلى قال فقام رسول الله ﷺ فاستقبل القبلة فكبر فرفع يديه حتى حاذتا اذنيه ثم اخذ شماله بيمينه فلما اراد ان يركع رفعهما .... الحديث

دوسری سند

حدثنا الحسن بن على نا ابو الوليد نا زائدة عن عاصم بن كليب باسناده ومعناه قال فيه ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ والساعد وقال فيه ثم جئت بعد ذلک.... الحديث (سنن ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۰۵ ملتان)

سنن ابن ماجه

حدثنا علی بن محمد ثنا عبد الله بن ادریس ح وحدثنا بشر بن معاذ الضریر ثنا بشر بن المفضل قالا ثنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال رأیت النبی ﷺ یصلی فاخذ شماله بیمینه . (سنن ابن ماجہ صفحہ ۵۸ کراچی

مسند احمد

حدثنا عبد الله بن الولید حدثنی سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال رأیت النبی ﷺ حین کبر رفع یدیه حذاء اذنیه ثم حین رکع ثم حین قال ... الحدیث (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۱۸ برقم ۱۹۰۷۶ بیت الافکار الدولیۃ)

دوسری سند

حدثنا عبد الصمد حدثنا زائده حدثنا عاصم بن کلیب اخبرنی ابی ان وائل بن حجر الحضرمی اکبره قال قلت لانظرن الی رسول الله ﷺ کیف یصلی قال فنظرت الیه قام فکبر ورفع یدیه حتی حاذتا اذنیه ثم وضع یده الیمنی علی ظهر کفه الیسری والرسغ والساعد ثم قال لما اراد ان یرکع رفع یدیه مثلها... الحدیث (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۱۸ برقم ۹۰۷۵)

تیسری سند

حدثنا یونس بن محمد حدثنا عبد الواحد حدثنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر الحضرمی قال اتیت النبی ﷺ فقلت لانظرن کیف یصلی قال فاستقبل القبلة فکبر ورفع یدیه حتی کانتا حذو منکبیه قال ثم اخذ شماله بیمینه قال فلما اراد ان یرکع رفع یدیه ..... الحدیث

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۱۶ برقم ۱۹۰۵۵)

چوتھی سند

حدثنا اسود بن عامر حدثنا زهیر بن معاویة عن عاصم ابن کلیب ان اباه اخبره ان وائل بن حجر اخبره قال قلت لانظرن الی رسول الله ﷺ کیف یصلی فقام فرفع یدیه حتی حاذتا اذنیه ثم اخذ شماله بیمینه ثم قال حین اراد ان یرکع ...الحدیث (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۱۸ برقم ۱۹۰۸۱)

پانچویں سند

حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا شعبة عن عاصم بن کلیب قال سمعت ابی یحدث عن وائل الحضرمی انه رأی النبی ﷺ صلی فکبر فرفع یدیه فلما رکع رفع یدیه ...الحدیث (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۱۹ برقم ۱۹۰۸۳)

شعبہ کی دوسری سند

حدثنا اسود بن عامر حدثنا شعبة عن عاصم ابن کلیب قال سمعت ابی یحدث عن وائل بن حجر الحضرمی انه رأی رسول الله ﷺ صلی .... فذکره وقال فیه :ووضع یده الیمنی علی الیسری۔۔۔الحدیث

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۱۹ برقم ۱۹۰۸۴)

ان تمام اسناد اور روایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عاصم بن کلیب تک یہ سند ایک ہی ہے اور اس کے بعد عاصم بن کلیب سے روایت کرنے والے مختلف ہیں

ابو داؤد میں بشر بن مفضل اور زائدہ ہیں، نسائی میں زائدہ، اور ابن ماجہ میں بشر بن مفضل اور مسند احمد میں سفیان اور شعبہ اور زہیر بن معاویہ اور عبدالواحد ہیں اور پھر آگے سفیان سے عبد

اللہ بن ولید اور مؤمل بن اسماعیل روایت کرتے ہیں۔ ان میں سے عبد اللہ بن ولید نے تو دوسرے لوگوں سے موافقت اختیار کی ہے اور مؤمل بن اسماعیل نے زیادت کی ہے

تو ثابت ہوا کہ مؤمل بن اسماعیل سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ کو بیان کرنے میں متفرد ہے جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے حوالہ سے بھی پیچھے گزرا، اور یہ راوی ہے بھی ضعیف اور مجروح تو ایسے راوی کی زیادت کیسے قبول کی جاسکتی ہے۔

لہذا یہ روایت ضعیف ہونے کے ساتھ شاذ بھی ہے ملاحظہ ہو

انما الشاذ ان یروی الثقة حدیثا یخالف ماروی الناس ... ثم قال الذی علیه حفاظ الحدیث ان الشاذ ما لیس له الاسناد واحد یشذ بذلک شیخ ثقة کان او غیر ثقة فما کان عن غیر ثقة فمتروک لا یقبل وما کان عن ثقة یتوقف فیه ولا یحتج به .

(مقدمه ابن الصلاح مع شرح التقیید والایضاح صفحه ۱۰۱ .۱۰۲ لفظ له والباحث الحثیث صفحه ۴۷ والمنهل صفحه ۵۰ والارشاد صفحه ۹۴)

یعنی شاذ روایت اس کو کہتے ہیں کہ ثقہ راوی عام لوگوں (ثقہ راویوں) کی روایت کی مخالفت کرے۔۔۔ اور پھر جس پر تمام حفاظ حدیث (محدثین) متفق ہیں وہ یہ ہے کہ شاذ حدیث وہ ہے جس کی سند صرف ایک ہو اور وہ شاذ الفاظ ثقہ راوی بیان کر رہا ہو یا غیر ثقہ اگر غیر ثقہ راوی بیان کرے تو وہ روایت متروک ہے اور اس کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اگر ثقہ راوی مخالفت کر رہا ہو تو اس روایت پر توقف کیا جائے گا اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے کہ صرف ثقہ راوی مخالفت نہیں کر رہا بلکہ غیر ثقہ، منکر الحدیث، کثیر الغلط، کثیر الخطاء، سئی الحفظ ہے اس کی روایت کو کیسے قبول کیا جائے گا۔

گویا کہ یہ روایت ضعیف ہونے کے باوجود شاذ بھی ہے اور منکر بھی۔

امام ابوبکر ابردیجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

الحدیث الذی ینفرد به الرجل ولا یعرف متنه من غیر روایته ...

(مقدمه ابن الصلاح مع شرح التقیید والایضاح صفحه ۱۰۶.۱۰۵ وتوضیح الافکار جلد ۲ صفحه ۵۰۴)

یعنی راوی متفرد ہو اور وہ متن کسی اور طریق سے مروی نہ ہو تو اسے بھی منکر کہتے ہیں۔

اور یہاں بھی معاملہ ایسا ہی ہے کہ یہ الفاظ کسی اور طریق سے مروی نہیں ہیں لہذا یہ روایت منکر بھی ہے۔ پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان کے پاس کوئی بھی صحیح، مرفوع حدیث پاک اس مسئلہ میں نہیں ہے اور ہم اعلان عام بھی کرتے ہیں کہ پوری نجدی ٹیم مل کر ایک بھی صحیح، صریح، مرفوع حدیث اس مسئلہ میں قیامت تک پیش نہیں کر سکے گی (انشاء اللہ)

اسی طرح ایک نام نہاد غیر مقلد نے ,,احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف،، نامی اپنی کتاب میں اس روایت کو ذکر کر کے لکھا ,,قارئین کس قدر واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھے ہیں مگر فقہ حنفی نے اس کا بھی اختلاف کیا ہے۔۔۔ صفحہ ۲۷۹۔

اس نام نہاد غیر مقلد کو شاید آشوب چشم کی بیماری تھی یا پھر غیر مقلدیت کا اس پر اتنا قرض تھا کہ اس کو یہ روایت نقل کرتے ہوئے کوئی چیز نظر نہ آئی کہ جس اصل کتاب کا اس نے حوالہ دیا ہے یعنی ابن خزیمہ تو اسی کتاب کے ذیل میں اس کے محقق نے لکھا کہ

اسناده ضعیف لان مؤ ملا وهو ابن اسماعیل سیء الحفظ .

(صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۳ مکتبۃ الاسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۹۷۵ء)

لیکن یہ حوالہ لکھتے وقت اس ناعاقبت اندیش ناستک قسم کے غیر مقلد کو شاید اپنی عاقبت یاد نہ تھی

کہ ایک ضعیف روایت کی وجہ سے اہل اسلام پر رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کا الزام عائد کردیا۔اس روایت کے بارے میں اصول حدیث اور محدثین کے (اس روایت کے راوی کے بارے میں) جو اقوال ذکر ہوئے ہیں ان سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ یہ روایت نہ صرف ضعیف ہے بلکہ شاذ بھی ہے اور منکر بھی۔

بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے بقول اس روایت کا لینا ہی حلال نہیں کیونکہ اس میں ایک راوی منکر الحدیث ہے اور اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے منکر الحدیث کہا ہے اور جس کو امام بخاری رحمہ اللہ منکر الحدیث کہیں اس سے روایت لینا حلال نہیں جیسا کہ گذشتہ اوراق میں باحوالہ گزرا

مزید برآں غیر مقلدین کے بڑوں نے ہی اس روایت کے تین راویوں کی وجہ سے کئی روایات جو کہ ان کے لامذہب ٹولہ کے خلاف تھیں کو ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا، جو علتیں ان روایات میں ظاہر کر کے انہوں نے ان کو ضعیف ثابت کرنے کی کوششیں کیں وہی علتیں اس میں بھی موجود ہیں لہذا یہ روایت ان علتوں کے باوجود کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

اور پھر انہیں کے بڑے نے کہا کہ بیہقی رحمہ اللہ کی وہ روایت جس میں مؤمل بن اسماعیل ہے وہ ضعیف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان لامذہبوں کے گروہ کے محققین کے اصولوں کے مطابق بھی یہ روایت ضعیف ہے۔ جبکہ ابن ابی شیبہ کی روایت صحیح سند سے ہم نے پیچھے ذکر کی ہے اور اس کے بارے میں انہی کے مولوی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ پس ثابت ہوا کہ احناف نے رسول اللہ ﷺ سے اختلاف نہیں کیا بلکہ غیر مقلدین نے رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا ہے۔

جس کی وضاحت ہم انشاء اللہ العزیز،،

,,غیر مقلدین کا اللہ اور رسول اللہ جل جلالہ و ﷺ سے اختلاف،،

میں کریں گے۔

غیر مقلدین کی دوسری دلیل

حدثنا عبد الله حدثنی ابی ثنا یحي بن سعید عن سفیان حدثنی سماک عن قبیصه بن هلب عن ابیه قال رایت النبی ﷺ ینصرف عن یمینه وعن یساره ورأیته قال یضع هذه علی صدره ...الحدیث

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۲۶ برقم ۲۲۳۱۳ مکتبۃ الاسلامی بیروت۔الطبعۃ الخامسۃ ۱۹۸۵ء وبیت الافکار الدولیۃ ۱۹۹۸ء)

نوٹ: بیت الافکار الدولیۃ الریاض والے نسخہ میں سند یحیی بن سعید سے شروع ہوتی ہے،

حدیث حضرت ہلب رضی اللہ عنہ اور غیر مقلدین کی خیانتیں

ایک غیر مقلد ابوصہیب داؤد ارشد نے اس روایت کو نقل کیا ہے ملاحظہ ہو۔

دوسری حدیث: حضرت ہلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ,,رایت النبی ﷺ ینصرف عن یمینه وعن یساره ویضع یده علی صدره. (مسند احمد ص۲۲۶ ج۵)

میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ نماز کے اختتام پر دائیں اور بائیں سلام پھیرتے اور نماز میں سینے پر ہاتھ رکھتے تھے۔ (دین الحق جلد ۱ صفحہ ۲۱۷۔۲۱۸)

قارئین! اس غیر مقلد نے الفاظ حدیث میں تین عظیم خیانتیں کی ہیں،

(۱) ورأیته قال،، کو شاید مال یتیماں سمجھ کر ہضم کر گیا کہ کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا،

(۲) یضع کے ساتھ ,, و ,,اپنی اختراعی جیب سے نکال کر لگا دیا۔

(۳) هذه کو ,,یده ,,میں بدل ڈالا۔

بزعم خویش پاسبان دیانت صاحب کیا اسی کا نام دیانت داری ہے؟

جناب من! محسوس ہوتا ہے کہ یہ الفاظ جناب نے مسند احمد سے نقل نہیں کیے بلکہ کسی محرف غیر مقلد کی کسی کتاب سے نقل کیے ہیں اور یہاں بھی خیانت کر گئے کہ اس کا نام تک نہیں لکھا کیا علمی دنیا میں اس کو خیانت کے علاوہ بھی کوئی نام دیا جاتا ہے؟

جناب نجدی صاحب! مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۲۶ پر حضرت ھلب رضی اللہ عنہ کی ۱۲ روایات موجود ہیں اور جلد ۵ صفحہ ۲۲۷ پر ۹ لیکن ان تمام روایات میں کسی کے بھی وہ الفاظ نہیں ہیں جو جناب نے نقل کیے ہیں، ہاں البتہ یہ الفاظ غیر مقلد ثناء اللہ کے فتاوی ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۴۴۵ ـ ۴۵۸ کے ہیں مسند احمد کے نہیں۔

ایسی عظیم خیانتیں جناب من کو زیب نہیں دیتی تھیں، کتاب تو جناب کے پاس ہوگی لیکن اصل کو دیکھنے کی بھی فرصت نہ ملی، کیا اسی کا نام تحقیق ہے؟

ہوسکتا ہے کہ جناب یہ کہیں کہ مفتی صاحب نے بھی تو اصل کتب سے روایات نہیں لکھیں تو جناب من! مفتی صاحب نے اس بات کا اقرار بھی تو کیا ہے جیسا کہ جناب کی کتاب کے صفحہ ۳۹ـ۴۰ پر جناب کے محقق اہل حدیث صاحب نے لکھا ہے اور مفتی صاحب نے تو فقط مشکوۃ وغیرہ پر اعتماد کیا اور اسی طرح بخاری و مسلم وغیرہ کا نام لکھا ہے لیکن آپ نے تو صفحہ نمبر بھی لکھا ہے تا کہ پتہ چلے کہ اصل کتاب سے لکھ رہے ہیں لیکن اعتماد اپنے مولویوں پر۔

ثانیا: قارئین اس غیر مقلد نے ترجمہ میں بھی خیانت سے کام لیا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ شاید یہ خیانتیں غیر مقلد کو مسلک سے وفا کرنے کی لیے کرنی پڑی ہیں کہ اگر صحیح ترجمہ کیا تو مسلک کے ساتھ وفا نہیں ہوگی۔ غیر مقلد نے ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے ,,اور نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھتے تھے،، جناب من اتنا بھی ہاتھوں کا کمال اچھا نہیں ہوتا کہ حقیقت کو ہی بدل دیا جائے۔

آپ یہی کہیں گے کہ میں نے سلیس و بامحاورہ ترجمہ کیا ہے لیکن اتنا بھی بامحاورہ اچھا نہیں ہوتا

کہ حقیقت ہی بدل جائے۔

غیر مقلد جی! یہ ,,نماز میں،، کے الفاظ کس کا ترجمہ جناب نے کیا ہے اس روایت میں تو کوئی بھی الفاظ ایسے نہیں جن کا ترجمہ یہ کیا جا سکے۔ آپ نے یہ روایت تو نقل کر دی اور مسلک سے وفا کرتے ہوئے ترجمہ بھی مسلک کے مطابق کیا لیکن یہ سوچنا گوارا نہ کیا کہ جس روایت کو میں اپنی مؤید بنا رہا ہوں وہ روایت ہرگز میری اور میرے مسلک کی مؤید نہیں بنتی، اس میں تو پھرنے کے بعد ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے لیکن جناب نے اس کو اندرون نماز کر دیا۔ محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے دیکھا کہ اس میں ,,علی صدرہ،، کے لفظ ہیں تو اس کو نقل کر دیا اس روایت میں یہ فعل نماز کا اندرونی فعل نہیں بلکہ بعد از نماز کا واقعہ ہے جس کو صحابی رسول ﷺ بیان فرما رہے ہیں۔

جناب من! کیا نبی اکرم ﷺ نماز میں دائیں اور بائیں پھرتے تھے؟

پس ثابت ہوا کہ یہ روایت غیر متعلق ہے کیونکہ اس میں نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں ہے

یہی روایت اور سند کے ساتھ مسند امام احمد بن حنبل میں مفصل موجود ہے اور اس میں سینہ پر ہاتھ رکھنے کا قرینہ بھی موجود ہے جو کہ نماز کے علاوہ ہے ملاحظہ ہو،

حدثنا عبد الله حدثني محمد بن جعفر الوركاني ثنا شريك عن سماك عن قبيصة بن هلب عن ابيه عن النبي ﷺ قال سالته عن طعام النصارى فقال لا يختلجن او لا يحيكن في صدرك طعام ضارعت فيه النصرانية قال وكان ينصرف عن يساره وعن يمينه ويضع احدى يديه على الاخرى.

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۲۶)

پس اس سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ سینہ کی بات بیان فرمارہے تھے اس لئے ہاتھ مبارک سینہ پر رکھ کر فرمایا کہ تمھارے سینہ میں عیسائیوں کا کھانا خلجان پیدا نہ کرے۔

ایک اور غیر مقلد مولوی ,,صادق سیالکوٹی،، نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب ,,صلوۃ الرسول،، میں نقل کیا بعد میں غیر مقلدین کی ایک جماعت نے اس پر تعلیق وتصحیح کا کام کیا لیکن پھر بھی اس میں الفاظ کی غلطیاں ملاحظہ ہوں۔

عن هلب قال رایت النبی ﷺ یضع هذه علی صدره .

(ترجمہ) ,,ہلب صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا۔ (تسہیل الوصول صفحہ ۱۴۹ وصلوۃ الرسول مع تخریج عبدالرؤف غیر مقلد صفحہ ۲۲۹)

یہاں پر غیر مقلدین نے اس روایت کو نقل کرتے ہوئے کتنی خیانتیں کی ہیں، ملاحظہ ہو۔

اولا: ,,ینصرف عن یمینه وعن یساره ورأیته،، کتنی عبارت کو ہی غائب کر گئے صرف اس لیے کہ کوئی عربی زبان سے تھوڑی سی بھی واقفیت رکھنے والا جب ان الفاظ کو دیکھے گا تو سمجھ جائے گا کہ یہاں پر تو بات نماز کے بعد کی ہو رہی ہے لیکن غیر مقلدین نے اس کو نماز کے اندر کی بات ثابت کرنے کے لیے ایک مستقل عبارت کو ہی غائب کرنے میں اپنی عافیت سمجھی۔

ثانیا: اس پر تحقیق وتخریج کرنے والوں نے بھی اس کو درست کرنا گوارا نہ کیا صرف اسی لیے کہ کہیں پردہ اٹھ نہ جائے۔

ثالثا: ,,رأیت النبی ﷺ،، کا ترجمہ کیا ,,میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا،، جب کہ اس کا ترجمہ یوں تھا ,,میں نے نبی ﷺ کو دیکھا،، کیونکہ محدثین نے اس پر کلام کیا ہے کہ لفظ رسول کی جگہ لفظ نبی لانا درست نہیں اور ایسے ہی لفظ نبی کی جگہ لفظ رسول لانا درست نہیں۔

علامہ عراقی رحمہ اللہ فرماتے

وان الرسول بنبی ابدلا فالظاهر المنع كعكس فعلا

(الفية الحديث مع شرح فتح المغيث ص ۲۹۹ ج ۲)

اور لفظ رسول لفظ نبی کے ساتھ تبدیل کرنا ظاہر ہے کہ یہ منع ہے جیسا کہ اس کے برعکس منع ہے۔ یعنی جیسا کہ لفظ نبی کی جگہ لفظ رسول بدل کرلے آنا۔

اور اگر غیر مقلدین کہیں کہ یہ روایت بالمعنی ہے تو یہ بھی درست نہیں جیسا کہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

وان جازت الرواية بالمعنى ،لان المعنى هنا مختلف يعنى بناء على القول بعدم تساوى مفهو مهما ۔۔۔۔ (فتح المغيث س ۲۹۹ ج ۲)

اگرچہ روایت بالمعنی جائز ہے لیکن یہاں معانی مختلف ہیں یعنی اس قول پر بناء کی گئی ہے کہ ان دونوں کا مفہوم مختلف ہے۔

ایسے ہی ,,فتاوی علمائے حدیث،، میں فتاوی ثنائیہ کے حوالے سے لکھا گیا کہ ,,رایت رسول اللہ ﷺ الخ،، جبکہ مسند امام احمد میں ,,رأیت النبی ﷺ،، ہے (فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۹۲)

مولوی جانباز محمدی غیر مقلد کی غلطیاں

مولوی جی لکھتے ہیں ,,عن قبیصة بن هلب عن ابیه قال رأیت رسول الله ﷺ ینصرف عن یمینه و عن یساره رأیته یضع یده علی صدره الخ ....

(فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۹۳)

اولا: مولوی جی نے ,,رأیت النبی ﷺ کی جگہ ,,رأیت رسول الله ﷺ,, تبدیل کیا

ثانیا: مولوی جی نے ,,رأیته،، کے ساتھ ,,و،، یعنی لفظ ,,ورأیته،، تھا لیکن مولوی جی واؤ کو غائب کر گئے۔

ثالثا :,, ورأيته،، کے بعد لفظ ,, قال،، تھا جس کو غائب کر گئے۔

رابعا :,, يضع،، کے بعد ,, هذه ،، تھا جس کی جگہ کمال کاریگری سے ,, يده ،، لے آئے۔

مولوی اسماعیل سلفی کی خیانت

مولوی اسماعیل سلفی نے اپنی کتاب ,, رسول اکرم ﷺ کی نماز،، صفحہ ۶۶۔۶۷ میں اس روایت کو نقل کیا ہے سند لکھنے کے بعد لکھا ,, قال رایت رسول الله ﷺ،، جب کہ مسند میں ,, رایت النبي ﷺ ہے اور ,, ورأيته،، کے بعد ,, قال ،، تھا جس کو بے ڈکار ہضم کر گئے۔

مولوی خالد گرجاکھی کی بددیانتی

قبیصہ بن مہلب فرماتے ہیں۔ رایت النبی ﷺ واضعا یمینه علی شماله وفی روایة علی صدره (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۷۳) (صلوۃ النبی ﷺ صفحہ ۱۵۶۔۱۵۷)

قارئین! غور فرمائیں کہ یہاں کیا کیا گل کھلائے ہیں

اولا : مولوی جی نے جو مسند احمد کا حوالہ نقل کیا وہ غلط ہے۔

ثانیا: قبیصہ بن مہلب نامی کسی راوی سے یہ روایت مروی ہی نہیں ہے۔

ثالثا: قبیصہ بن هلب کی روایات جو کہ جلد ۵ صفحہ ۲۲۶ پر ہیں ان میں سے ایک میں ابتدائی لفظ ہیں اور دوسری میں آخری لفظ ہیں۔

حدیث حضرت ہلب الطائی رضی اللہ عنہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے میں غیر صریح ہے

اولا: غیر مقلدین مذکورہ بالا روایت تو نقل کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ یہ روایت ان کی

مؤید نہیں ہے کیونکہ یہ نماز کے اندر کا واقعہ نہیں بلکہ یہ واقعہ غیر نماز کا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے سینہ اقدس پر ہاتھ مبارک رکھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آقا کریم ﷺ صحابہ کے ساتھ محو گفتگو ہوئے اس میں آپ ﷺ نے سینہ کی بات کرتے ہوئے اپنے دست مبارک کہ سینہ پر رکھے جیسا کہ ہم نے پیچھے ذکر کیا اور وہاں سینہ اقدس پر ہاتھ رکھنے کا قرینہ بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ سینہ کی بات کرر ہے تھے اس لیے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھے

ثانیا : مسند امام احمد میں حضرت ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے کل انیس (۱۹) احادیث مروی ہیں جن میں سے چار (۴) روایات میں ,, في الصلوة ،، کا ذکر ہے لیکن ان میں ,, علی صدره ،، کا ذکر نہیں کہ نماز میں نبی اکرم ﷺ نے سینہ اقدس پر ہاتھ باندھے ہوں، صرف ایک یہ روایت ہے کہ جس میں ,, علی صدره،، کے لفظ ہیں لیکن اس میں ,, في الصلوة ،، کے لفظ نہیں ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ روایت غیر صریح اور غیر متعلق ہے لہذا یہ دلیل نہیں بن سکتی۔

ثالثا : اس روایت میں ,, علی صدره ،، کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں، یہ یحیی بن سعید کا وہم ہے کیونکہ سفیان ثوری علیہ الرحمہ سے مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۲۶ میں حضرت وکیع علیہ الرحمہ نے ان الفاظ کے بغیر اس کو روایت کیا ہے اور اس میں علی صدره ،، کے الفاظ بیان نہیں کیے اور اسی طرح ,, سنن دار قطنی ،، میں جلد ۱ صفحہ ۳۸۷ برقم ۱۰۸۷ پر بھی حضرت سفیان ثوری سے حضرت وکیع اور عبدالرحمٰن بن مهدی علیہما الرحمہ نے بیان کیا لیکن وہاں بھی ,, علی صدره ،، کے الفاظ نہیں ہیں اور ,, سنن ابن ماجه ،، میں صفحہ ۵۹ پر سماک بن حرب سے ابو الاحوص اور ان سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے لیکن اس میں بھی ,, علی صدره ،، کے الفاظ نہیں ہیں، اسی طرح ,, جامع ترمذی ،، میں جلد ۱ صفحہ ۳۴ برقم ۳۰۱ پر سماک بن حرب سے ابوالاحوص اور ان سے قتیبہ نے بیان کیا ہے لیکن اس میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ یہ یحیی بن سعید کا وہم ہے اور وہ ان الفاظ کو بیان کرنے میں متفرد ہے لہذا یہ لفظ غیر محفوظ ہیں۔ اس روایت پر اگر کوئی اور اعتراض نہ بھی ہو تب بھی یہ روایت دلیل نہیں بن سکتی

ایک اور اعتراض

غیر مقلدین کی اکثریت اس روایت کو پیش کرنے کے بعد کہتی ہے کہ علامہ نیموی حنفی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ جیسا کہ تسہیل الوصول۔۔ وغیرہ وغیرہ

جواب: اولا: ہم کہتے ہیں کہ علامہ نیموی حنفی رحمہ اللہ کا اس کی سند کو حسن کہنا غیر مقلدین کو فائدہ نہیں دے سکتا کیونکہ انہوں نے ساتھ اس بات کی وضاحت بھی فرمائی ہے کہ اس روایت میں جو لفظ ,,علی صدرہ،، کے ہیں وہ غیر محفوظ ہیں۔

ثانیا: علامہ نیموی حنفی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن نہیں کہا بلکہ اس کی سند کے بارے میں کہا کہ یہ حسن ہے اور سند کے حسن ہونے کے باوجود اس روایت کے متن کا حسن ہونا ثابت نہیں ہو سکتا جبکہ علامہ نیموی حنفی رحمہ اللہ نے تو یہاں پر خود ہی صراحت فرما دی کہ اس کے متن میں علی صدرہ کے الفاظ غیر محفوظ ہیں۔

ایک غیر مقلد داؤد ارشد لکھتا ہے ,,علامہ نیموی مرحوم نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے (آثار السنن ص ۸) یہ مسلم ہے کہ اس کی سند صحیح ہے لیکن یہ طے شدہ اور مسلمہ قاعدہ ہے کہ صحت سند سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ۔ وکثیر اما یکون الحدیث ضعیفا او واھیا والاسناد صحیح ۔ (تدریب الراوی ص ۱۴۸ ج ۱) یعنی کئی ایسی احادیث ہیں جو نہایت درجہ ضعیف ہیں مگر (بظاہر) ان کی اسناد صحیح ہیں۔ (دین الحق جلد ۱ صفحہ ۹۲)

علامہ نیموی رحمہ اللہ ہی ایک سند کو صحیح کہیں اور اس میں کوئی دوسری علت بیان نہ بھی کریں اور

اس میں کوئی اور علت غیر مقلدین کو مل بھی نہ سکے تو اس سے جان چھڑانے کے لیے اس کے متن کی طرف چل پڑیں لیکن جب علامہ نیموی رحمہ اللہ سند کو حسن کہہ کر اس کے متن میں علت واضح بیان کریں تو ان کا اس کی سند کو حسن کہنا تو قبول کریں اور متن کی علت سے آنکھیں چرا لیں یہ کہاں کا انصاف ہے۔؟ پس اگر وہاں پر سند کے صحیح ہونے کے باوجود متن کا صحیح ہونا لازم نہیں تو یہاں پر سند کو حسن کہنے کے ساتھ متن میں جو علت تھی وہ بھی بیان فرما رہے ہیں کہ یہ الفاظ غیر محفوظ ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ علامہ نیموی کا اس کی سند کو حسن کہنا یہ غیر مقلدین کو فائدہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اس کے متن میں ایک واضح علت موجود ہے۔

ایک غیر مقلد غلام مصطفے امن پوری لکھتا ہے

,,سفیان ثوری سے امام یحیی بن سعید القطان جو ثقہ حافظ ہیں، انہوں نے روایت کی ہے، اگر سفیان کے دوسرے شاگردوں نے ,,علی صدرہ،، کے الفاظ ذکر نہیں کیے، تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہے،، (تسہیل الوصول۔۔۔ ۱۴۹)

جواب

اولا: امام سفیان ثوری رحمہ اللہ جو کہ اس روایت کو سماک بن حرب سے روایت کرنے والے ہیں وہ خود اس سماک بن حرب کو ضعیف کہتے ہیں جیسا کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے روایت کیا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا,, :سماک بن حرب ضعیف،، کہ سماک بن حرب ضعیف ہے۔ (کامل لابن عدی جلد ۳ صفحہ ۱۲۹۹)

ثانیا: بے شک امام یحیی بن سعید رحمہ اللہ ثقہ حافظ ہیں لیکن امن پوری صاحب کا یہ کہنا کہ اگر سفیان کے دوسرے شاگردوں نے ,,علی صدرہ،، کے الفاظ ذکر نہیں کیے، تو اس سے کوئی

نقصان نہیں ہے،، یہ بات غلط اور اصول حدیث سے لاعلمی پر مبنی ہے، کیونکہ اگر چہ راوی ثقہ ہو لیکن منفرد ہو تو اس کی روایت میں توقف کیا جائے گا اور اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

جیسا کہ امام سخاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

وھو قول ثالث فیہ (مفرد الراوی فقط) ثقة کان او غیر ثقة خالف اولم یخالف فما انفرد به الثقة یتوقف فیه ولا یحتج به ... (فتح المغیث جلد ا صفحہ ۱۹۸)

یعنی یہ اس تعریف میں تیسرا قول ہے کہ صرف راوی کا تفرد بھی شاذ کہلاتا ہے، راوی ثقہ ہو یا غیر ثقہ اگر متفرد راوی ثقہ ہو تو اس کی حدیث میں توقف کیا جائے گا اور اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔ مزید ملاحظہ ہو،

انما الشاذ ان یروی الثقة حدیثا یخالف ماروی الناس ... ثم قال الذی علیه حفاظ الحدیث ان الشاذ ما لیس له الا اسناد واحد یشذ بذلک شیخ ثقة کان او غیر ثقة فما کان عن غیر ثقة فمتروک لا یقبل وما کان عن ثقة یتوقف فیه ولا یحتج به .

(مقدمہ ابن الصلاح مع شرح التقیید والایضاح صفحہ ۱۰۱ . ۱۰۲ لفظ له، والباحث الحثیث صفحہ ۴۷ والمنھل صفحہ ۵۰ والارشاد صفحہ ۹۴)

یعنی شاذ روایت اس کو کہتے ہیں کہ ثقہ راوی عام لوگوں (ثقہ راویوں) کی روایت کی مخالفت کرے۔۔۔ اور پھر جس پر تمام حفاظ حدیث (محدثین) متفق ہیں وہ یہ ہے کہ شاذ حدیث وہ ہے جس کی سند صرف ایک ہو اور وہ شاذ الفاظ ثقہ راوی بیان کر رہا ہو یا غیر ثقہ۔ اگر غیر ثقہ راوی بیان کرے تو وہ روایت متروک ہے اور اس کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اگر ثقہ راوی مخالفت کر رہا ہو تو اس روایت پر توقف کیا جائے گا اس سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

پس ثابت ہوا کہ امن پوری غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہے، یہ غلط ہے کیونکہ ایسی روایت سے محدثین کے نزدیک احتجاج جائز نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس روایت میں یہ الفاظ شاذ ہیں لہذا اس روایت سے احتجاج ہی جائز نہیں۔

سماک بن حرب پر کلام

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث عبدالمنان نور پوری نے کہا

،،صحیح روایت وہ ہوتی ہے جس کے تمام راوی بیان کرنے والے سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک عادل ہوں۔ عادل کی تعریف۔ عادل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان میں نیکی، تقوی اور مروت اس حد تک موجود ہو کہ غلط کام کرتا ہی نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عدالت کی تعریف کی ہے۔ **ملکة فی الآدمی تحمله علی المروة و ملازمة التقوی .** ،،آدمی میں ایک ملکہ ہے قوت ہے جو آدمی کو مروۃ اور تقوی پر ہمیشہ لگائے رکھتی ہے،، یعنی وہ ایسی بات اور ایسا کام نہیں کرتا جو تقوی کے مقام سے گرا ہوتا ہے۔ (مقالات نور پوری صفحہ ۳۶۶۔۳۶۷)

قارئین! اب دیکھیں کہ غیر مقلدین کے اس شیخ الحدیث کے اس بیان کردہ قانون کے مطابق یہ راوی کیسا ہے؟ کیا یہ عادل ہے یا غیر عادل؟

اس راوی کے بارے میں امام جریر الضبی فرماتے ہیں۔

قال جریر الضبی اتیت سماکا فرأیته یبو ل قا ئما فرجعت ولم اسأله ، فقلت خرف .

(میزان الاعتدال ص ۲۳۲، ۲۳۳ ج ۲ وتھذیب التھذیب جلد ۴ صفحہ ۲۰۴ وتھذیب الکمال جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۹ وکامل لابن عدی جلد ۳ صفحہ ۲۹۹ وغیرہ وغیرہ)

جریر الضبی نے کہا کہ میں سماک کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا

ہے تو میں واپس چلا آیا اور اس سے سوال نہ کیا اور میں نے کہا کہ یہ بے عقل ہے۔

جو راوی کھڑا ہو کر پیشاب کرتا، اس پر آئمہ جرح کرتے تھے جیسا کہ الشیخ بدران الدمشقی نے امام مالک رحمہ اللہ کے بارے میں تحریر فرمایا ,, کمن یری انسانا یبول قائما بذلک ،

(المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل صفحہ ۲۰۸)

یعنی جب وہ کسی انسان کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھتے تھے تو فوراً اس پر جرح کرتے۔

اور امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ عادل راوی کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

,,....والبول علی قوارع الطرقات وابول قائما ....ان فعل ھذہ الامور یسقط العدالة ، ویوجب رد الشھادة .. (الکفایة فی علم الروایة صفحہ ۱۳۹ او فی نسخہ ۱۱۱)

اور راستوں پر پیشاب کرنا اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔۔۔ اگر یہ کام کرے تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور اس کی شہادت رد کر دی جائے گی۔

پس ثابت ہوا کہ یہ راوی عادل نہیں جب یہ راوی عادل نہیں ہے تو اس کی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔

یہی مولوی نور پوی صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں۔

صحیح روایت کا دوسرا وصف یہ ہے کہ اس کے تمام راوی بیان کرنے والے سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک ضابط ہوں۔ ان کے ضابطے اور حافظے میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ ہو۔ ضابطے اور حافظے میں کامل اور مکمل ہوں (مقالات نور پوری صفحہ ۳۶۷۔۳۶۸)

تو اسی راوی کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ اس کو ثقات میں ذکر کرنے کے باوجود فرماتے ہیں۔,, یخطئی کثیرا ... (ثقات جلد ۴ صفحہ ۳۳۹) بہت زیادہ خطائیں کرنے والا۔ اور امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔,, وقال النسائی اذاانفرد باصل لم یکن بحجة ، لانہ کان یلقن فیتلقن.,, جب وہ منفرد ہو تو بالکل حجت نہیں ہے کیونکہ وہ تلقین

قبول کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ص ۲۳۲، ۲۳۳ ج ۲ وتھذیب التھذیب جلد ۴ صفحہ ۲۰۴ وغیرہ وغیرہ)

اور ابن عمار رحمہ اللہ نے کہا ,, کا ن یغلط ، ویختلفون فی حدیثه۔

(میزان الاعتدال ص ۲۳۲، ۲۳۳ ج ۲ وتھذیب التھذیب جلد ۴ صفحہ ۲۰۴ وغیرہ وغیرہ)

وہ غلطیاں کرتا تھا اور اس کی حدیث میں محدثین اختلاف کرتے ہیں۔

حافظ ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ قلت :ھو ثقة ساء حفظه (الکاشف جلد ۱ صفحہ ۲۲۳)

یعنی میں کہتا ہوں کہ ثقہ ہے (لیکن) اس کا حافظہ ردی تھا۔ ان اقوال محدثین سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس کا حافظہ بھی مکمل اور کامل نہیں تھا غلطیاں کرتا تھا۔

یہی نور پوری صاحب فرماتے ہیں ,, دوسری چیز صحیح روایت میں یہ ہے کہ اس کے تمام راویوں کا ضبط تام ہو حافظہ درست ہو۔ یہ نہ ہو کہ بات بات پر وہ بھول رہے ہوں اس کو پتہ بھی نہ ہو کہ کون سے بات کرنی ہے اور کون سی نہیں کرنی (مقالات نور پوری صفحہ ۳۶۷)

یعنی ایسے راوی کی روایت بھی صحیح نہیں ہو سکتی جو بیان کرتے ہوئے بھول جاتا ہو تو یہ راوی بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ابن حزم ظاہری نے لکھا ,, سماک بن حرب : ھو یقبل التلقین شھد علیه شعبة . (المحلی جلد ۱ ص ۱۷۵، ۲۰۶، جلد ۵ ص ۳۵۶)

پس یہ بات مزید واضح ہو گئی کہ اس راوی میں صحیح روایت کی دوسری صفت بھی موجود نہیں۔

اور بقول نور پوری غیر مقلد اگر کسی روایت میں صحیح روایت کی شرائط میں سے دو شرطیں نہ پائی جائیں تو وہ روایت حسن بھی نہیں رہتی ملاحظہ فرمائیں۔

یہی نور پوری صاحب فرماتے ہیں ,, بہر حال کسی حدیث میں یہ پانچ شرائط ہوں تو وہ حدیث صحیح بنتی ہے البتہ اگر کسی راوی میں ضابطے کی خفت و کمی ہو یعنی حافظہ تو اس کا ٹھیک ہو لیکن اعلیٰ درجہ کا حافظہ نہیں، کامل اور مکمل نہیں تو پھر اس کو، بشرطیکہ باقی چار شرائط پوری ہوں حسن کہہ دیا

جاتا ہے یہ حسن اور صحیح ہے۔ اور ضعیف روایت کون سی ہوئی؟ جس میں حسن اور صحیح والی تمام شرائط نہ پائی جائیں، یا کوئی ایک شرط نہ پائی جائے، یا دو نہ پائی جائیں، یا تین نہ پائی جائیں، یا چار نہ پائی جائیں، یا پانچوں ہی نہ پائیں جائیں تو یہ روایت کمزور اور ضعیف ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہوگا کہ اس روایت کا سنت اور حدیث ہونا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا اور غالب خیال یہی ہے کہ یہ روایت رسول اللہ ﷺ تک پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔

(مقالات نور پوری صفحہ ۳۷۲۔۳۷۳)

قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ مولوی نور پوری کی اس عبارت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جس روایت کے راوی میں ضابطے کی خفت وکمی ہو یعنی اس کا حافظہ تو ٹھیک ہو لیکن اعلی درجے کا نہ ہو تو اس کی روایت صحیح نہیں رہتی بلکہ درجہ حسن پر آجاتی ہے

مگر یہ راوی تو بقول حافظ ذھبی رحمہ اللہ ساء حفظه ۔ ردی حافظہ والا ہے تو اس کی روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے پھر بقول نور پوری اگر حافظے کی شرط کے علاوہ صحیح حدیث کی کوئی اور شرط نہ ہو تو وہ روایت حسن نہیں رہتی بلکہ ضعیف ہو جاتی ہے تو اس راوی میں کمی حافظہ کے علاوہ دوسری شرط یعنی عادل ہونا بھی موجود نہیں یعنی کہ یہ راوی عادل بھی نہیں تو بقول نور پوری یہ روایت حسن بھی نہ رہی بلکہ ضعیف ہو گئی۔ اس کا مطلب بقول نور پوری یہ ہوا کہ اس میں غالب گمان یہی ہے کہ اس کا سنت اور حدیث رسول اللہ ﷺ ہونا ثابت نہیں۔ اب وہ غیر مقلدین جو اس روایت کو حسن کہتے ہیں انہیں اپنے شیخ الحدیث کی بات پر غور کرنا چاہیے کہ یہ روایت تو حسن کے درجہ سے گر چکی ہے کیونکہ اس میں ایک نہیں دو شرائط جو کہ صحیح حدیث کے لیے لازم ہیں، موجود نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ یہ روایت غیر مقلدین کے شیخ الحدیث کے بیان کردہ اصولوں کے تحت بھی

ضعیف ہے۔

ایک اور غیر مقلد امن پوری نے لکھا،،۔۔۔امام سفیان ثوریؒ (تاریخ بغداد: ۹/۲۱۵) امام یحیی بن معینؒ (الجرح والتعدیل: ۴/۲۷۹، تاریخ بغداد: ۹/۲۷۹) امام ابو اسحاق السبیعیؒ (الجرح والتعدیل: ۴/۲۷۵) امام عجلیؒ، امام ابن عدیؒ، امام ترمذیؒ، امام ابن شاہینؒ، امام حاکمؒ، امام ذھبیؒ وغیرہم نے ان کی توثیق بیان کر رکھی ہے۔۔۔ (تسہیل الوصول۔۔۔ صفحہ ۱۴۹)

اولا: اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ کل (۹) ہیں اور ان میں سے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تو اس کو ضعیف بھی کہنے والے ہیں اور حافظ ذھبی رحمہ اللہ اس کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں کہ،، ساء حفظه ۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو مضطرب الحدیث بھی لکھا ہے۔

اسی طرح ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا،، یخطیء کثیرا

پس معلوم ہوا کہ اس راوی کی مطلقا توثیق کرنیوالے بہت کم ہیں جیسا کہ امام یحیی بن معین، امام ابو حاتم، امام ابن شاہین، رحمہم اللہ وغیرہم چند ہیں لیکن اس پر جرح کرنے والے بہت زیادہ ہیں۔ اقوال جارحین ملاحظہ فرمائیں

(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ: مضطرب الحدیث ۔ (۲) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ: ضعیف ۔ (۳) امام ابن مبارک رحمہ اللہ: سماک ضعیف في الحدیث ۔ (۴) امام صالح بن محمد رحمہ اللہ: یضعف ۔ (۵) امام عبدالرحمٰن بن خراش رحمہ اللہ: في حدیثه لین.

(۶) امام جریر بن عبدالحمید الضبی رحمہ اللہ: اتیت سماکا فرأیته یبول قائما فرجعت ولم اساله، فقلت خرف. (۷) امام شعبہ رحمہ اللہ: یضعفه ۔ (۸) امام ابن عمار رحمہ اللہ: کان یغلط، ویختلفون فی حدیثه. (۹) امام ابو عبدالرحمٰن النسائی رحمہ اللہ: وقال النسائی اذا انفرد باصل لم یکن بحجة، لانه کان یلقن فیتلقن. (۱۰) امام علی بن

المدینی رحمہ اللہ: روایتہ عن عکرمہ مضطربة. (۱۱) امام یعقوب بن شیبة رحمہ اللہ:
وروایته عن عکرمة خاصة مضطربة . (۱۲) سنان رحمہ اللہ: یضعفه.

(الجرح والتعدیل جلد۴ صفحہ ۲۷۹ والکامل لابن عدی جلد۳ صفحہ ۱۲۹۹ وسیر اعلام النبلاء جلد۵ صفحہ ۲۴۷، میزان الاعتدال جلد۲ صفحہ ۲۳۲-۲۳۳ وتھذیب التھذیب جلد۴ صفحہ ۲۰۴ وتھذیب الکمال جلد۱۲ صفحہ ۱۱۹-۱۲۰ و معرفة الرواۃ ص۱۰۴)

غیر مقلدین کے گھر کی شھادت

غیر مقلدین کے امام ابن حزم ظاہری نے ,,سماک بن حرب،، کو ضعیف کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ابن حزم ظاہری نے المحلی بالآثار میں لکھا ہے۔

سماک بن حرب : هو یقبل التلقین شهد علیه شعبة

(المحلی جلد۱ ص ۱۷۵، ۲۰۶، جلد۵ ص ۳۵۶)

یعنی سماک بن حرب تلقین قبول کرتا تھا اور امام شعبہ رحمہ اللہ اس پر گواہ ہیں۔

اور ابن حزم ظاہری نے المحلی جلد۶ ص ۱۸۶ و ۳۰۵ پر لکھا ''ضعیف''

پس ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے امام کے نزدیک بھی یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس میں راوی ضعیف اور تلقین قبول کرنے والا ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

پھر یہ بھی مدلس جیسا کہ حافظ صلاح الدین ابی سعید خلیل بن کیکلدی العلائی رحمہ اللہ نے جامع التحصیل فی الاحکام المراسیل ص ۲۳۲ پر بیان کیا ہے۔

اور یہ روایت بھی عن کے ساتھ بیان کر رہا ہے اور مدلس کا عنعنہ مردود ہوتا ہے

جیسا کہ امام الحافظ صلاح الدین ابی سعید خلیل بن کیکلدی العلائی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

قلنا انه لا یقبل من المدلس حدیث حتیٰ یقول حدثنا وسمعت

یعنی ہم کہتے ہیں کہ مدلس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ وہ حدثنا یا سمعت نہ کہے۔

(جامع التحصیل ص۱۱۲۔ الجمھوریة العراقیة وزارة الاوقاف احیاء التراث الاسلامی ۱۹۷۸ء)

پس ثابت ہوا کہ بالفرض محال اس کو ثقہ بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس کی یہ روایت مقبول نہیں ہو سکتی کیونکہ اس روایت کو یہ عن کے ساتھ بیان کر رہا ہے اور راوی ثقہ ہونے کے باوجود اگر مدلس ہو اور وہ روایت عن کے ساتھ بیان کرے تو وہ روایت ضعیف ہی ہوگی۔

قبیصہ بن ہلب پر کلام

عبدالمنان نورپوری صاحب بیان کرتے ہیں کہ، امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ الفصل فی الأهواء والملل والنحل میں لکھتے ہیں کہ روایت میں سند کے اندر کوئی راوی غافل یا مجھول یا کاذب آجائے تو بعض اہل اسلام اس کی روایت کو قبول کر لیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ,,لا یحل الأخذ به ولا تائیده ،،، ,,ہمارے نزدیک ضعیف روایت قبول کرنا حلال نہیں اور نہ اس کی تائید کرنا حلال ہے۔ (مقالات نورپوری صفحہ ۳۷۷)

قارئین! نورپوری غیر مقلد کی اس عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس روایت کی سند میں غافل یا مجھول یا کاذب راوی آجائے بقول ابن حزم ظاہری غیر مقلد اس روایت کو قبول کرنا حلال نہیں اور نہ ہی اس کی تائید کرنا حلال ہے

تو اس روایت کی سند میں ایک اور راوی ہے جس کا نام ہے قبیصہ بن ہلب اس کے بارے میں محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

قبیصه بن هلب عن ابیه ، قال ابن المدینی مجهول ، لم یروعنه غیر سماک

(میزان الاعتدال ص۳۸۴ ج۳)

قبیصہ بن ہلب اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ ابن المدینی نے کہا کہ یہ مجھول ہے اس سے

سوائے سماک کے کوئی روایت نہیں کرتا

وقال النسائی مجهول.... (تہذیب التہذیب ص۳۵۰ ج ۸ لاہور)

نسائی نے کہا کہ مجہول ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور مجہول راوی جس سند میں ہو، بقول نور پوری اور ابن حزم ظاہری، اس کی روایت کو قبول کرنا حلال نہیں اور نہ اس کی تائید کرنا حلال ہے۔ لیکن غیر مقلدین اس روایت کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ ان کے امام کے نزدیک اس روایت کو قبول کرنا حلال نہیں۔ تو جب یہ روایت قبول نہیں کی جاسکتی تو یہ دلیل کیسے بنائی جا سکتی ہے؟

ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ امام عجلی اور امام ابن حبان رحمہا اللہ نے اس کی توثیق کی ہے۔

لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام ابن حبان اور امام عجلی رحمہما اللہ متساہلین میں سے ہیں اور مجہول الحال راویوں کو بھی ثقہ کہہ دیتے ہیں تو ان کا کسی مجہول کو ثقہ کہنا اس کی جہالت کو دور نہیں کرسکتا جیسا کہ غیر مقلدین کے مولوی غازی عزیز نے لکھا ہے

مثال کے طور پر امام عجلی اور امام ابن حبان (توثیق المجھولین کے معاملہ میں) بہت زیادہ متساہل ہیں (ضعیف احادیث کی معرفت اوران کی شرعی حیثیت صفحہ ۴۷-۴۸)

اور اگر اسکا تجربہ کرنا ہو تو ملاحظہ فرمائیں مندرجہ ذیل رواۃ کو محدثین نے مجہول قرار دیا لیکن امام عجلی نے ان سب کو اپنی کتاب ''معرفۃ الثقات'' میں ثقہ کہا۔

(۱) عبدالعزیز بن قیس (ص ۳۰۵ وفی نسخۃ ۲/ ۹۸۔ اسی طرح امام ابن حبان نے بھی اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ کتاب الثقات جلد ۵ صفحہ ۱۲۴) جبکہ امام ابو حاتم نے کہا کہ یہ مجہول ہے، ملاحظہ ہو ۔الجرح والتعدیل ۵/۳۹۲۔)

(۲) عبدالرحمٰن بن مریح الخولانی (۲۹۹ وفی نسخۃ ۲/ ۸۷) جبکہ امام ابو حاتم نے اس کو مجہول کہا ہے (لسان المیزان ۳/ ۴۳۵، الاکمال للحسینی صفحہ ۱۲۶۸ الجرح والتعدیل ۵/ ۲۸۷)

(۳) عاصم بن شمیخ (ص ۲۴۱)۔ اس کو بھی امام ابو حاتم نے مجہول قرار دیا ہے (جلد ۶ صفحہ ۳۴۵)

(۴) عمران بن قیس (ص ۳۷۴)۔ اس کو بھی امام ابو حاتم نے مجہول قرار دیا ہے۔ (جلد ۶ صفحہ ۳۰۳)

(۵) عبداللہ بن قیس القیسی (ص ۲۷۲)

اس راوی کو غیر مقلدین کے حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری بھی مجہول قرار دے چکے ہیں۔

جبکہ امام عجلی نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں۔ تعداد تراویح للحافظ عبدالمنان ص ۱۰۲)

یہ نام ہم نے اختصار کے ساتھ لکھے ہیں اور باقی محدثین کے اقوال کو بھی اختصار کے پیش نظر ترک کردیا ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری کتاب ,,مناظرے ہی مناظرے،، دیکھیں

ظاہر ہو گیا کہ امام عجلی مجہول راوی کو ابن حبان کی طرح ثقہ قرار دے دیتے ہیں۔ لہٰذا ان کے ثقہ کہہ دینے سے کسی راوی کی جہالت دور نہیں ہوسکتی۔

پھر محدثین کے نزدیک تو دو راوی اعلیٰ درجہ کے ثقہ کسی راوی سے روایت کریں تب ہی اس سے جہالت مرفوع ہوگی۔ جیسا کہ امام ترمذی نقل فرماتے ہیں۔

وقال یعقوب بن شیبة اقلت لیحییٰ بن معین . متی یکون الرجل معروفا؟ اذا روی عنه کم؟ قال : اذا روی عن الرجل مثل ابن سیرین والشعبی وهولاء اهل العلم فهو غیر مجهول : قلت فاذا روی عن الرجل مثل سماک بن حرب وابی اسحاق؟ قال هو لاء یرون عن مجهولین ....

(علل الترمذی ص ۸۱، ۸۲ ج ۱۔ دار الملاح للطباعة والنشر ۱۹۷۸ء)

امام یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں: میں نے امام یحیٰ بن معین سے پوچھا کہ آدمی کب معروف گردانا جاتا ہے اس سے کتنے آدمی روایت کریں تو آپ نے فرمایا کہ جب کسی شخص سے ابن سیرین اور امام شعبی اور ان جیسے اہل علم حضرات روایت کریں تو وہ راوی مجہول نہیں رہتا۔ میں نے کہا جس سے سماک بن حرب اور ابو اسحاق جیسے روایت کریں تو آپ نے فرمایا کہ وہ مجہولین سے روایت کرتے ہیں۔

اس کی شرح میں ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں۔

وهذا تفصيل حسن : وهو يخالف اطلاق محمد بن يحيىٰ الذهلى الذى تبعه عليه المتاخرون انه لا يخرج الرجل من الجهالة الابرواية رجلين فصاعداعنه ۔۔(ص۸۲،ج۱)

اور یہ تفصیل بڑی خوبصورت ہے اور یہ اس تعریف کے خلاف ہے جو کہ محمد یحیٰ الذہلی نے کی ہے اور جس کی متاخرین نے اتباع کی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی جہالت سے اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک کہ اس سے دو یا زیادہ آدمی روایت نہ کریں۔

یعنی ان کے کہنے کے مطابق سماک بن حرب اور ابو اسحاق جیسے دو راوی بھی اگر روایت کریں تب بھی راوی جہالت سے بری نہیں ہوگا کیونکہ یہ تو مجہولین سے روایت کرتے ہیں۔

ہاں امام شعبی وابن سیرین جیسے روایت کریں تب اس راوی کا اسم رفع ہوگا۔لہذا ثابت ہوا کہ یہ راوی مجہول ہے اور یہ راوی ہے بھی واقعتاً مجہول جیسا کہ محدثین نے اس کو کہا ہے کیونکہ اس سے سوائے سماک بن حرب کے کسی اور نے روایت نہیں لی،

جیسا کہ امام مسلم نے بھی بیان فرمایا ہے۔

وممن تفرد عنه سماك بن حرب با لرواية .

وقبيصة بن هلب ، واسم هلب : يزيد بن قنافة والهلب لقب

(المنفردات والوحدان ص۱۴۲۔۱۴۳دارالکتب العلمیہ بیروت)

حرف آخر

ان حقائق کی روشنی میں واضح ہوا کہ یہ راوی ضعیف و مجہول ہے لہذا اس کی روایت قابل عمل نہیں ہوسکتی، پھر اس سے روایت لینے والا بھی صرف ایک آدمی سماک بن حرب ہے خود بھی ضعیف اور مجروح راوی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مدلس بھی ہے اور یہ روایت وہ صیغہ عن کے ساتھ کر رہا ہے۔پس ظاہر ہوگیا کہ یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

تو ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کا اس کو روایت حسن کہنا ان کے اپنے بڑوں کے قوانین کے تحت بھی صحیح نہیں ہے اور نہ ہی یہ روایت حسن ہے کیونکہ ایک تو اس میں سماک بن حرب ہے جس پر اکثریت آئمہ نے جرح کی ہے اور دوسرا اس میں ایک راوی قبیصہ بن ہلب ہے جو کہ مجہول ہے، تیسرا اس روایت میں ,,علی صدرہ،، کے الفاظ شاذ ہیں۔

لہذا یہ روایت ضعیف اور شاذ بھی ہے، اور غیر صریح بھی، جو کہ قابل عمل نہیں ہے۔

غیر مقلدین کی تیسری دلیل

وعن طاؤ س قال كان رسول الله ﷺ يضع يده اليمنى على يده اليسرى ثم يشد بينهما على صدره وهو فى الصلوة.

(مراسیل ابوداؤد صفحہ۶ وفی نسخۃ صفحہ۸۹ برقم ۳۳ وفی نسخۃ صفحہ۳۷ برقم ۳۲)

اس روایت میں غیر مقلدین کی خیانتیں

ایک غیر مقلد ابو صہیب داؤد ارشد اس روایت کو نقل کرتے لکھتا ہے

تیسری حدیث۔امام طاؤس فرماتے ہیں کہ۔ کان النبی ﷺ یضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری علی صدرہ ,,الحدیث،، تھے نبی ﷺ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھتے اوپر سینہ کے (انتھی) (مراسیل ابوداؤ ص ۶) (دین الحق جلد ا صفحہ ۲۱۸)

اولا : قارئین اوپر مراسیل ابوداؤص ۶ لکھا ہے یہ نجدی کے لفظ تھے جو ہم نے نقل کیے ورنہ اصل میں مراسیل ابوداؤدص ۶ ہے۔

ثانیا: اس روایت کے الفاظ میں کمی بیشی ملاحظہ ہو

اولا: ,,کان رسول اللہ ﷺ ،،تھا جس کو غیر مقلد نے ,, کان النبی ﷺ،، میں تبدیل کیا۔

ثانیا : پورے تین لفظ نہ جانے غیر مقلد صاحب کیا سمجھ کر ہڑپ کر گئے ہیں وہی جانتے ہوں گے وہ الفاظ یہ ہیں ,,ثم یشد بینھما،،

قارئین :اگر یہی کام کسی اور سے سرزد ہو جائے تو نجدی نہ جانے کن کن القابات سے نوازتے ہیں لیکن اپنے گھر کی خبر ہی نہیں کہ خود کیا کیا کرشمے دکھاتے ہیں۔

قارئین :اس غیر مقلد کی نقل کردہ اس مسئلہ پر تینوں روایات کے الفاظ دیکھنے کے بعد معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ غیر مقلد صاحب کسی نجدی کے رسالہ کو سامنے رکھ کر بیٹھے لکھنے میں مصروف تھے اور اصل کتب بند تھیں کیونکہ کسی بھی روایت کے الفاظ غیر مقلد نے صحیح نقل نہیں کیے۔

غیر مقلدین کو ہم مفت مشورہ دیتے ہیں کہ اصل میسر ہوں تو دیکھنے کی تکلیف گوارہ کرلیا کریں، خالد گرجاکھی لکھتا ہے ,,حضرت طاؤس کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے۔ابوداؤد مصری جلد ا صفحہ ۲۰۱ سفر السعادت صفحہ ۱۱۔(صلوۃ النبی ﷺ صفحہ ۱۵۶)

قارئین !بڑے نجدی صاحب نے تو ویسے ہی دھوکہ دہی سے کام لیا ہے کہ روایت مراسیل ابو داؤد کی ہے لیکن فقط ابوداؤد مصری لکھ کر یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یہ سنن ابوداؤد سمجھی جائے لیکن یہ روایت سنن کی نہیں بلکہ مراسیل کی ہے جیسا کہ چھوٹے نجدی کے حوالہ سے بھی ظاہر ہے لیکن آج کل ان غیر مقلدین نے کمال مہارت دکھاتے ہوئے اس روایت کو سنن ابو داؤد میں نقل کر دیا ہے ملاحظہ فرمائیں سنن ابوداؤد مطبوعہ دار السلام ۔اس کو سنن میں داخل کرنے کی ضرورت ان کو اس لیے پیش آئی کہ اکثر یہ لوگ اپنے حواریوں کو یہ سبق پڑھاتے ہیں کہ حدیث وہی ہے جو صحاح ستہ میں ہے اس کا تجربہ عام طور پر ان کے حواریوں سے گفتگو کرنے والے ہر شخص کو حاصل ہوگا کہ عام طور پر یہی راگ الاپتے ہیں کہ صحاح ستہ سے حدیث دکھاؤ۔ جب ان کے بڑوں نے دیکھا کہ اس بارے میں ہمارے پاس کوئی بھی روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے (ویسے تو عام مسائل میں ان کے پاس صحاح ستہ سے کوئی روایت نہیں ہے) تو انہوں نے سوچا کہ چلو اپنے حواریوں کو مطمئن کرنے کے لیے اس کو ہی اس میں شامل کر دیا جائے تو انہوں نے اس روایت کو سنن ابوداؤد میں شامل کر دیا حالانکہ اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ امام ابوداؤد کی سنن علیحدہ کتاب ہے اور مراسیل ابوداؤد علیحدہ ایک رسالہ ہے جو کہ سنن میں شامل نہیں ہے اور یہ روایت ان کے رسالہ مراسیل کی ہے نہ کہ سنن کی۔

یوں ہی جب ہم مری میں گئے اور اس مسئلہ پر جب پہلے دن مری کی غیر مقلدین کی مسجد کے خطیب (عبدالرحمن عزیز جو کہ پاکپتن کے علاقہ سے تعلق رکھتا تھا) سے گفتگو ہوئی تو اس نے بھی دار السلام کے شائع کردہ نسخہ سے وہ روایت پیش کرتے ہوئے کہا کہ امام ابوداؤد اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں ۔اس وقت بندہ ناچیز کو بڑا تعجب ہوا کہ سنن ابوداؤد میں ایسی روایت کون سی ہے جو اس مسئلہ پر ان کی دلیل ہو تو جب اس نے روایت کی سند اور الفاظ پڑھے تو

تعجب پر تعجب ہوا کہ یہ روایت تو مراسیل کی ہے اور یہ سنن ابوداؤد سے پڑھ رہا ہے جب سنن ابو داؤد کا وہ نسخہ طلب کیا اور اس کو دیکھا تو یہ دار السلام کا شائع کردہ ہے تو ہم جان گئے کہ یہ روایت انہوں نے اسی لیے سنن میں شامل کی ہے۔

زبیر علی زئی نے صادق سیالکوٹی کی کتاب ,,صلوۃ الرسول،، کی تحقیق وتخریج کرتے ہوئے لکھا ,,صحیح (آگے تیر کا نشان بنا کر) مراسیل ابی داؤد: ((الطهارة: باب ما جاء في الاستفتاح ح ۳۳)) (آگے پھر تیر کا نشان بنا کر) ابن خزیمۃ (۲۴۳۱) حدیث (۴۷۹)۔ یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ دیکھئے (مسند احمد: ۲۲۶/۵) (ز۔ع۔ز) (تسہیل الوصول صفحہ ۱۴۸)

قارئین! زئی کی نقل کردہ عبارت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اس نے مراسیل ابوداؤد کے بعد تیر کا نشان بنانے کے بعد ابن خزیمہ کا حوالہ لکھا کہ اول تو حوالہ لکھنے میں یا زئی سے غلطی ہوئی یا کاتب سے کہ یہاں جلد اصفحہ ۲۴۳ تھا لیکن اس کو یوں لکھا گیا (۲۴۳۱) اگر یہ اسی روایت کا حوالہ ہے تو یہ غلط ہے اور ظاہر بھی یہی ہوتا ہے کیونکہ آگے اس کا لکھنا کہ یہ اپنے شواہد کے ساتھ صحیح دیکھئے (مسند احمد ۲۲۶/۵) ظاہر کرتا ہے کہ شواہد کا حوالہ اگلا ہے یہ حوالہ اسی کا ہے جو کہ غلط ہے۔ باقی اس کا اس کو صحیح کہنا یہ بھی غلط ہے جیسا کہ آگے اصول حدیث کی روشنی میں ہم بیان کریں گے۔

بلکہ اس بارے میں غیر مقلدین کے درمیان بھی اختلاف ہے۔

کیونکہ اسی روایت کی سند کے بارے میں ایک غیر مقلد عبدالرؤف اسی صادق سیالکوٹی کی کتاب ,,صلوۃ الرسول،، کی تخریج وتعلیق کرتے ہوئے لکھتا ہے ,,اس کی سند حسن ہے،،

(صلوۃ الرسول مع تخریج عبدالرؤف صفحہ ۲۲۹)

ایک اور غیر مقلد امن پوری لکھتا ہے ,,یہ روایت ,,مرسل صحیح،، ہے اس کے بہت سارے شواہد

ہیں۔۔۔(تسہیل الوصول صفحہ ۱۴۸)

غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ یہ مرسل صحیح ہے غلط ہے جیسا کہ آگے ذکر ہوگا اور یہ لکھنا کہ اس کے بہت سارے شواہد ہیں یہ بھی غلط ہے کیونکہ آج تک غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں جتنی بھی روایات پیش کی ہیں ہماری نظر میں ان کی تعداد چند سے زائد نہیں ہے۔ اگر مولوی امن پوری کے پاس اس کے بہت سارے شواہد تھے تو اس نے ان کو پردہ میں چھپا کر کیوں رکھا؟

چاہیے تھا کہ ان کا ذکر کرتا۔ اس کا تین روایات کا اس مسئلہ میں ذکر کرنا اس بات پر شاہد ہے کہ اس کے پاس بھی زیادہ دلائل اس مسئلہ میں نہیں تھے یہ صرف اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے لکھا "

اس روایت کی سند کے راویوں پر کلام

سند ملاحظہ ہو حدثنا ابو تربة ثنا الهيثم يعني ابن حميد عن ثور وهو ابن يزيد عن سليمان بن موسى عن طاؤس قال كان رسول الله ﷺ ...(الحديث)

اس کی سند میں ایک راوی ثور بن یزید ہے جو کہ مدلس ہے اور یہ روایت وہ عن کے ساتھ بیان کر رہا ہے، اس کا مدلس ہونا ملاحظہ ہو۔

(جامع التحصيل صفحه ۱۸۳ للعلائي وذكره الشيخ حماد الانصاري في المدلسون ملحق بمن وصف بالتدليس صفحه ۱۱ وابراهيم بن محمد بن سبط ابن العجمي في التبيين لاسماء المدلسين صفحه ۵۲)

اور مدلس کا صیغہ عن سے روایت کرنا مردود ہوتا ہے جب تک سماع کی تصریح نہ کرے جیسا کہ محدثین نے بیان فرمایا ہے، ملاحظہ ہو۔

ان المدلس اذا لم يصرح بالتحديث لم يقبل اتفاقا وقد حكاه البيهقي في

المدخل عن الشافعی وسائر اهل العلم بالحدیث ......

(التبصرہ والتذکرہ للعراقی ص ۱۸۵. ۱۸۶، ج ۱ . دار الباز مکة المکرمہ)

یعنی مدلس جب تک تحدیث کی صراحت نہ کرے تو بالاتفاق وہ روایت نا قابل قبول ہوگی اور امام بیہقی نے مدخل میں امام شافعی اور دوسرے تمام اہل علم محدثین سے بھی نقل کیا ہے۔

امام الحافظ صلاح الدین ابی سعید خلیل بن کیکلدی العلائی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

قلنا انہ لا یقبل من المدلس حدیث حتیٰ یقول حدثنا وسمعت.

(جامع التحصیل ص ۱۱۲)

ہم کہتے ہیں کہ مدلس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی حتی کہ وہ حدثنا یا سمعت نہ کہے

امام ابن عدی رحمہ اللہ تدلیس کے باب میں نقل کرتے ہیں۔

سمعت شعبہ یقول : کل حدیث لیس فیہ حدثنا واخبرنا فھو خل وبقل

(کامل ابن عدی ص ۴۸ ج ۱۔ دار الفکر بیروت)

یعنی شعبہ نے کہا کہ ہر وہ حدیث جس میں حدثنا و اخبرنا نہ ہو وہ سرکہ و ساگ ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

الاتفاق علی ان المدلس لا یحتج بخبرہ اذا عنعن .

(المجموع شرح المہذب ج ۲ ص ۱۵۷۔۱۶۲)

یعنی اس پر اتفاق ہے کہ مدلس کی روایت جب وہ عن کے ساتھ روایت کرے تو قابل قبول نہیں ہوگی۔

محمد بن اسماعیل امیر یمانی غیر مقلد نے لکھا۔

قال الزین :منھم من لا یقبل المدلس اذا روی بالعنعنہ.

(توضیح الافکار المعانی تنقیح الانظار ص ۳۵۳ ج ۱، دار احیاء التراث العربی)

یعنی امام زین نے کہا کہ محدثین مدلس کی روایت کو قبول نہیں کرتے جب کہ وہ عنعنہ کے ساتھ روایت کرے۔

الشیخ محمد بن حماد الانصاری غیر مقلد نے لکھا ہے۔

من اتفقوا علی انہ لا یحتج بشئی من حدیثھم الا صرحوا فیہ السماع.

(التدلیس واقسامہ ص ۶)

نواب صدیق الحسن غیر مقلد نے لکھا ہے۔

والحاصل ان من کا ن ثقہ واشتھر بالتدلیس فلا یقبل الا اذا قال حدثنا او اخبرنا او سمعت ...(حصول المامول من علم الاصول ص ۵۱ ،مصر)

یعنی اگرچہ راوی ثقہ ہو لیکن مدلس ہو تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جب تک وہ حدثنا یا اخبرنا یا سمعت نہ کہے۔

اس روایت میں یہ تینوں لفظ نہیں ہیں بلکہ عن ہے لہٰذا یہ روایت قابل قبول نہیں کیونکہ مدلس کی عن کے ساتھ روایت قابل قبول نہیں اور اگر اس علت کے علاوہ کوئی اور علت نہ بھی ہوتی تب بھی یہ روایت تدلیس کی وجہ سے ہی مردود تھی۔

سلیمان بن موسی پر کلام

امام ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قال البخاری وعندہ احادیث عجائب ...قال ابو احمد الحاکم فی حدیثہ بعض المناکیر ...وضعفہ النسائی وقال لیس بزالک القوی وقال ابو حاتم یکتب حدیثہ وفیہ اضطراب ...وقال البخاری عندہ مناکیر...

(تحذیب تاریخ دمشق جلد ۶ صفحہ ۲۸۷۔۲۸۶ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث عجائب ہیں، ابو احمد الحاکم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی بعض احادیث مناکیر ہیں اور نسائی نے اس کی تضعیف کی اور کہا کہ یہ قوی نہیں اور ابو حاتم نے کہا کہ اپنی احادیث لکھتا تھا اور اس میں اضطراب ہے اور امام بخاری نے کہا کہ اس کی احادیث مناکیر ہیں۔

علامہ نیموی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ومع ذلک سلیمان بن موسیٰ لین الحدیث قال البخاری عنده مناکیر وقال النسائی لیس بالقوی وفی التقریب صدوق فقیه فی حدیثه بعض لین وخولطه قبل موته ۔۔۔ (التعلیق الحسن علی آثار السنن ص ۸۸)

ساتھ اس کے کہ سلیمان بن موسیٰ حدیث میں کمزور ہے امام بخاری نے کہا کہ اس کی احادیث میں مناکیر ہیں نسائی نے کہا کہ وہ قوی نہیں (یعنی ضعیف ہے) اور تقریب میں ہے۔ صدوق اور فقیہ ہے، اس کی بعض احادیث میں کمزوری ہے اور مرنے سے پہلے خلط ملط ہو گیا تھا۔

اس کے بارے میں ایک نجدی حافظ ثناء اللہ زاہدی لکھتا ہے

مختلف فیه وثقه بعضهم وقال البخاری :عنده مناکیر وقال النسائی لیس بالقوی وقال ابن المدینی مطعون فیه (تحقیق الغایة صفحه ۱۸۶)

یعنی یہ مختلف فیہ ہے اور بعض نے اس کی توثیق کی ہے اور امام بخاری نے کہا کہ اس کی روایات مناکیر ہیں اور امام نسائی نے فرمایا کہ پختہ نہیں (یعنی ضعیف ہے) اور امام ابن مدینی نے کہا کہ اس میں طعن کیا گیا ہے،

اعتراض

نجدی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کوئی حنفی کہے کہ یہ روایت مرسل ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ احناف کے نزدیک مرسل بلاشبہ حجت ہے (دین الحق جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

جواب: جناب من! یہ بات درست ہے کہ احناف کے نزدیک مرسل حجت ہے بلکہ آئمہ اربعہ کے نزدیک ہی حجت ہے سوائے امام شافعی کے اور وہ بھی شرائط کے ساتھ قبول کرتے ہیں، لیکن جناب کے نزدیک تو حجت نہیں ہے، جب آپ اس کے قائل ہی نہیں ہیں تو یہ آپ کی دلیل کیسے بن سکتی ہے قطع نظر اسکے کہ اس کی سند کیسی ہے آپ یہ تو بتائیں کہ آپ حضرات نے مرسل روایات سے استدلال کرنا کب سے شروع فرمادیا ہے۔؟

آپ کے نزدیک تو مرسل روایت قابل حجت نہیں ہے۔ اور یہ روایت مرسل ہے۔ حضرت طاؤس تابعی ہیں۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں، انہوں نے کس سے سنا اس کا اس روایت میں ثبوت ہی نہیں، مرسل روایت بشرطیکہ سند صحیح ہو امام اعظم کے نزدیک قبول ہے لیکن اہلحدیث تو اس کو ضعیف کہتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کے مولانا صدیق الحسن بھوپالی لکھتے ہیں۔

فما لم یکن متصلا لیس بصحیح ولا تقوم به الحجة ومن ذلک المرسل وهو ان یترک التابعی الواسطة بینه وبین الرسول الله صلی الله علیه وسلم ویقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو محل خلاف فذهب الجمهور الی ضعفه وعدم قیام الحجة وذهب جماعة منهم ابو حنیفة وجمهور المعتزلة واختاره الآمدی الی قبوله وقیام الحجة به والحق عدم القبول وکذلک لا تقوم الحجة بالحدیث المنقطع والمعضل-----

(حصول المامول من علم الاصول ص ۵۵)

یعنی جب حدیث متصل نہیں ہوگی تو صحیح نہیں ہوگی اور اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو گی ایسے ہی مرسل ہے اور مرسل وہ ہے کہ تابعی اپنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ چھوڑ دے اور کہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پس اس میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ ضعیف ہے اور اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو سکتی اور ایک جماعت جن میں سے امام ابو حنیفہ اور جمہور معتزلہ اور امام آمدی نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور اس کو حجت تسلیم کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ نا قابل قبول ہے اور ایسے ہی منقطع اور معضل حجت نہیں ہیں۔

تو جب آپ کے نزدیک یہ حدیث دلیل ہی نہیں بن سکتی تو پھر اس کو پیش کیوں کیا ہے؟

آپ کے مرسل روایت کے استدلال کرنے سے معلوم ہوگیا ہے کہ آپ کے پاس اس مسئلہ میں صحیح مرفوع روایت نہیں ہے کیونکہ جو دو جناب نے پیش کی ہیں ان کی صحت اصول حدیث اور آئمہ فن کی تصریحات پر پوری نہیں اترتیں۔

اعتراض: نجدی صاحب لکھتے ہیں ,,اگر بالفرض اس روایت کے علاوہ اور کوئی حدیث نہ بھی ہوتی تو بھی حنفی مذہب کے اصول کے تحت ان کیلیے یہی ایک حدیث کافی تھی کیونکہ اس کی سند امام طاؤس تک صحیح ہے اور امام طاؤس کی ثقاہت پر تمام محدثین کا اجماع ہے لہذا احناف کے لیے تو یہ روایت اصول کا درجہ رکھتی ہے (دین الحق جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

جواب: نجدی کا یہ کہنا کہ اس کی سند امام طاؤس تک صحیح ہے اور امام طاؤس کی ثقاہت پر تمام محدثین کا اجماع ہے اس کی سند کے رواۃ سے یا تو لاعلمی کی دلیل ہے یا پھر خیانت کی دلیل ہے اگر علم ہے تو پھر اس کو صحیح کہنا اس کا سفید جھوٹ ہے جیسا کہ ہم پیچھے اس بات کو وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ یہ سنداً ضعیف ہے۔

پس ثابت ہوا کہ یہ روایت بھی ضعیف ہے

اولا: تو اس لیے کہ اس میں ایک راوی مدلس ہے اور وہ صیغہ عن سے روایت کر رہا ہے

ثانیا: اس لیے کہ اس میں ایک راوی مجروح ہے۔

غیر مقلدین کی چوتھی دلیل

مولوی صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب ,,صلوۃ الرسول،، میں لکھا ,,طبرانی کی حدیث میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں: ثم وضع یمینہ علی یسارہ علی صدرہ،، یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھا۔

قارئین! اولا: اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ,,... ومسح رقبتہ. یعنی اور اپنی گردن کا مسح کیا جب کہ غیر مقلدین کے ابو الوفاء صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ,,گردن کا مسح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں

(فتاوی ثنائیہ ص۳۹۴ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۱ صفحہ ۱۰۴)

جب کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں تو یہ حدیث بھی صحیح نہیں، مولوی زئی کو چاہیے تھا کہ اس کو صحیح قرار دینے سے پہلے اپنے ابو الوفاء کے قول کو دیکھ لیتے لیکن انہوں نے اس کو کیوں دیکھنا تھا کیونکہ ان کا اصول ہے کہ جہاں اپنی مؤید کوئی روایت دیکھی خواہ اس کی سند کیسی ہی ہو صحیح کہہ دیا جیسا کہ اس کی مثالیں اسی رسالہ میں ہم نے ذکر کی ہیں کہ ایک روایت کو اسی زئی نے صرف امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس کی وجہ سے سخت ضعیف قرار دیا اور ایک روایت جو کہ اپنے مفاد میں آتی تھی اس کو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس کے باوجود صحیح قرار دیا۔ ان لا مذہبوں کے اصول بس یہی ہیں کہ جہاں سے ہاتھ پڑے۔۔۔۔

اس روایت میں تکبیر کے وقت کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانا بھی موجود ہے جس کو ایک غیر مقلد نے خلاف رسول ﷺ قرار دیا ہے جیسا کہ پچھلے رسالہ میں ذکر ہوا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا غیر مقلدین کو صرف اس روایت میں سے اپنے مسلک کی تائید کرنے والی بات ہی قبول ہے یا کہ ساری روایت۔۔۔۔؟

ایک غیر مقلد زبیر علی زئی اسی صادق سیالکوٹی کی کتاب کی تخریج وتعلیق کرتے ہوئے اس کے ذیل میں لکھتا ہے ,,صحیح (آگے تیر کا نشان دے کر) المعجم الکبیر: (((۲۲/۵) ح ۱۱۸ (آگے پھر تیر کا نشان دے کر) دیکھئے بلوغ المرام بحوالہ ابن خزیمہ ح ۴۷۹،۔ (تسہیل الوصول۔۔صفحہ ۱۵۳)

اولا: غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ ,,صحیح،، یہ جھوٹ ہے جیسا کہ آگے ہم اس روایت کے روات کے بارے میں ذکر کر کے ثابت کریں گے پھر غیر مقلدین کے ابوالوفاء نے بھی کہا ہے کہ ,,گردن کا مسح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ جب کسی صحیح سے ثابت نہیں تو یہ بھی جناب کے ابوالوفاء کے بقول صحیح نہیں۔

ثانیا :بلوغ المرام میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے قطعا اس روایت کو صحیح نہیں کہا یہ بھی زئی کا جھوٹ ہے۔

ثالثا : ابن خزیمہ کی وہ روایت بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ ہم نے پیچھے اصول حدیث اور آئمہ اسماء الرجال کے اقوال سے واضح کیا ہے۔

محمد بن حجر الحضرمی پر کلام

اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن حجر الحضرمی ہے جس کے بارے میں آئمہ فن کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ,,فیہ نظر ...(التاریخ الکبیر جلد ا صفحہ ۶۹)

امام عقیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ...فیه بعض النظر ... (ضعفاء الکبیر جلد ۴ صفحہ ۵۹)

امام ابن عدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ...فیه نظر .... (الکامل جلد ۶ صفحہ ۲۱۲۶)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ...له مناکیر قیل کنیته ابو الخنافس وقال البخاری فیه بعض النظر ...وقال ابو حاتم کوفی شیخ وقال ابو احمد الحاکم لیس بالقوی عندهم الغرماء۔۔۔(لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۱۱۹)

حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔۔لا یجوز الاحتجاج به
(الضعفاء والمتروکین جلد ۳ صفحہ ۴۹)

سعید بن عبدالجبار پر کلام

اس روایت کی سند میں ایک راوی سعید بن عبدالجبار ہے جس کے بارے میں آئمہ فن کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ,,لیس بالقوی ،، (الضعفاء والمتروکین صفحه ۵۲)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ,,فیه نظر ،، (التاریخ الکبیر جلد ۳ صفحه ۴۹۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ,,ضعیف ،، (تقریب التهذیب صفحه ۲۲۸)

امام ہیثمی رحمہ اللہ اس روایت کو مختصر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

رواه الطبرانی فی الکبیر والبزار و فیه سعید بن عبد الجبار قال النسائی لیس بالقوی وذکره ابن حبان فی الثقات و فی سند البزار والطبرانی محمد بن حجر وهو ضعیف .(مجمع الزوائد جلد ۱ صفحه ۲۳۲)

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔رواه البزار و فیه محمد بن حجر قال البخاری

فيه النظر وقال الذهبى له مناكير (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحه ۱۳۵)

اور یہی پہلا کلام امام ہیثمی رحمہ اللہ سے غیر مقلدین کے محدث مبارکپوری نے بھی نقل کیا ہے ملاحظہ ہو۔(تحفة الأحوذی جلد ۱ صفحه ۹۸)

ان اقوال محدثین کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے اور زئی کا اس کو صحیح کہنا جھوٹ ہے۔

صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے ابن ابی حاتم اور بیہقی کے حوالہ سے ایک روایت ,,عند النحر،، کی نقل کی ہے لیکن ہمیں اس پر کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کی تخریج وتعلیق کرنے والے غیر مقلدین نے ہی اس کو ضعیف تسلیم کیا ہے۔

پس اس تمام بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اس مسئلہ میں غیر مقلدین جتنی بھی روایات پیش کرتے ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے اور قیامت تک اس مسئلہ میں غیر مقلدین ایک روایت بھی اس مسئلہ میں صحیح ،صریح ،مرفوع پیش نہیں کرسکیں گے۔

مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب ,,مناظرے ہی مناظرے،، کا مطالعہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روئیداد مناظرہ مری

۱۱ جون ۲۰۰۴ء کی بات ہے کہ ہمارے نہایت ہی شفیق ومہربان دوست جناب محمد ارشد بٹ صاحب جب کویت سے وطن واپس تشریف لائے تو استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا غلام مصطفی حنیف صاحب مدظلہ العالی کے ہمراہ فقیر کے پاس تشریف لائے کچھ دیر گفتگو کے بعد انہوں نے مجھے فرمایا کہ آپ کوئی وقت نکالیں اور جناب محمد ارشد صاحب کے ساتھ سیر وتفریح کے لیے مری چلیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں آج کل مکتبہ کی وجہ سے کافی مصروف ہوں میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔قبلہ حنیف صاحب مدظلہ العالی فرمانے لگے کہ اصل میں ان کے کچھ عزیز مری میں رہتے ہیں جو آج کل غیر مقلدین کے ساتھ میل جول کی وجہ سے انکے ہمنوا ہو چکے ہیں اور اہل سنت کے ہر مسئلہ کو خلاف سنت کہتے ہیں، اور انہوں نے ان کو کہا ہے کہ اہل سنت کے اکثر مسائل سنت نبوی ﷺ سے ثابت نہیں ہیں بلکہ یہ صرف فقہ پر عمل کرتے ہیں جو خلاف قرآن وحدیث ہے۔لہذا آپ ان کے ساتھ جائیں اسی بہانے ان سے کچھ گفتگو بھی ہو جائے گی اور ان کے سامنے حق کو واضح کرنے کی کوشش کریں، اگر وہ راہ راست پر آجائیں تو شاید یہی بخشش کا بہانہ بن جائے اس وقت فقیر کو قبلہ سیدی وسندی حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی صاحب کی بات یاد آگئی جو انہوں نے دبئی جاتے ہوئے مجھے فرمائی تھی کہ بیٹا دین کی خاطر اگر کوئی مشکل بھی سہنی پڑے تو اس سے گریز نہیں کرنا لہذا جب انہوں نے یہ فرمایا تو میں نے بھی رضائے الہی کی خاطر حامی بھرلی کہ میں ان کے ساتھ جانے کے لیے

تیار ہوں۔ کچھ مذہبی مصروفیات کی وجہ سے تاخیر ہوئی اور ہم ۲۶ جون ۲۰۰۴ء کو گوجرانوالہ سے مری روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچنے کے بعد ان کے عزیز و اقارب میں سے جناب بھائی محمد سجاد صاحب سے ملاقات ہوئی جو کہ اس وقت تک غیر مقلدین کے دام ہم رنگ میں پھنس چکے تھے۔ رات کو جب ان کے ساتھ بیٹھے، عمومی گفتگو کے بعد مختصراً دو تین مسائل پر گفتگو ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ ہمارے یہاں مسجد طیبہ کے خطیب، جو کہ بہت بڑے عالم دین ہیں اور ان کا دعوی ہے کہ میں ہر بات کو قرآن مجید اور صحیح احادیث نبوی ﷺ سے ثابت کرتا ہوں، لہذا آپ صبح میرے ساتھ ان کے پاس چلیں اور کسی ایک مسئلہ پر گفتگو کریں تو سب واضح ہو جائے گا۔

ہم نے کہا آپ کس مسئلہ پر چاہتے ہیں کہ گفتگو ہو، تو انہوں نے کہا کہ میری ارشد صاحب سے بات ہوئی تھی کہ نماز کا طریقہ جو احناف کا ہے یہ صحیح احادیث سے ثابت نہیں۔ تو ارشد صاحب کہنے لگے کہ آج سے تقریباً پچیس (۲۵) دن پہلے جب میں یہاں آیا تھا تو میں نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا تو انہوں نے نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھے ہوئے تھے تو میں نے ان سے کہا تھا کہ یہ کیا ہے؟

سجاد صاحب پہلے دیو بندی مکتبہ فکر سے وابستہ تھے میرے سوال کے جوب میں انہوں نے مجھے کہا کہ صحیح سنت طریقہ یہی ہے، باقی سب غلط ہے۔

یہی طریقہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کیونکہ میں نے اس مسئلہ پر بڑی تحقیق کی ہے۔ میں اس مسئلہ کے سلسلے میں اپنے مفتی صاحب کے پاس بھی گیا (جو کہ دیو بندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں) اور ان سے اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے فقہ کی بعض کتب سے دکھایا کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے چاہیے لیکن میرے اصرار کے باوجود انہوں نے مجھے کسی حدیث کی کتاب سے یہ مسئلہ نہیں دکھایا، جس سے مجھ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ ان کے پاس کوئی روایت

زیر ناف ہاتھ باندھنے کی نہیں ہے، لیکن جب میں نے اپنے مولوی عبدالرحمن عزیز سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی صحیح حدیث دکھائی، اس لئے میں سینہ پر ہاتھ باندھتا ہوں۔ میں نے کہا سجاد صاحب ہمیں تو آج تک کوئی بھی صحیح صریح مرفوع حدیث ایسی نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ ہاتھ سینہ پر باندھنا سنت ہے۔ وہ کہنے لگے کہ چلو اسی مسئلہ پر بات ہوگی، ہم آپ کو سینہ پر ہاتھ باندھنے کی صحیح صریح اور مرفوع حدیث دکھائیں گے۔ میں نے جناب سجاد صاحب سے کہا کہ اس کے لیے اصول حدیث اور اسماء الرجال کی کچھ کتب کی ضرورت پڑے گی۔ وہ کہنے لگے کہ آپ جو بھی کتاب مانگیں گے وہ آپ کو مل جائے گی کیونکہ ہمارے مولوی صاحب کے پاس بہت زیادہ کتابیں موجود ہیں۔

تو ۲۸ جون ۲۰۰۴ء بروز پیر دو (۲) بجے کا وقت طے ہوا کیونکہ اس وقت تک مولوی صاحب سکول سے فارغ ہو کر آجائیں گے اور ہم ان کے پاس ان کی مسجد میں جائیں گے۔

فقیر جاتے ہوئے اپنی ذاتی ڈائری جس میں قبلہ سیدی وسندی کے لکھوائے ہوئے نوٹس تھے ساتھ لے گیا تھا اس میں جو کچھ اس مسئلہ کے بارے میں لکھا ہوا تھا اس کو ایک نظر دیکھا اور ۲۸ جون ۲۰۰۴ء بروز پیر بوقت دو بجے مری میں غیر مقلدین کی مسجد میں چلے گئے لیکن ان کے خطیب صاحب ابھی سکول سے واپس نہیں آئے تھے اس لیے سجاد صاحب نے مسجد کے امام صاحب سے چابی لے کر ہمیں خطیب صاحب کے کمرے (حجرہ) میں بٹھایا جہاں چند کتابیں موجود تھیں میں نے سجاد صاحب سے پوچھا: کیا ان کے پاس یہی کتابیں ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ کچھ نیچے الماری میں بھی ہیں۔ بہرحال اڑھائی بجے کے قریب غیر مقلدین کے خطیب صاحب آئے۔ مختصر تعارف کے بعد اس مسئلہ پر گفتگو کا آغاز ہوا۔

میں نے کہا: کہ حضرت سجاد صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے خطیب صاحب نے ہمیں نماز میں سینہ

پر ہاتھ باندھنے کی صحیح حدیث دکھائی ہے اوران کے پاس اس بارے میں اور بھی صحیح دلائل موجود ہیں۔ کیا واقعتاً آپ کے پاس اس مسئلہ کے بارے میں صحیح صریح مرفوع حدیث موجود ہے؟ جواب میں وہ کہنے لگے کہ ہاں جی میرے پاس اس مسئلہ پر صحیح، صریح، مرفوع حدیث پاک موجود ہے۔ میں نے کہا کہ آپ ہمیں بھی وہ صحیح صریح مرفوع حدیث دکھائیں تاکہ ہمارے علم میں بھی اضافہ ہو۔ تو خطیب صاحب نے جن کا نام عبدالرحمٰن عزیز تھا اپنی لائبریری میں لگی ہوئی کتب میں سے ایک کتاب کو پکڑا، جو بلوغ المرام تھی، اس میں سے ابن خزیمہ کی روایت پڑھ کر ترجمہ کیا۔

میں نے کہا: حضرت! اس کی سند تو پڑھیں۔ کہنے لگے ,,اس میں سند نہیں لکھی ہوئی،، میں نے کہا: جب آپ کے پاس اس کی سند ہی نہیں ہے تو پھر آپ اس کو صحیح کیسے کہتے ہیں؟ کہنے لگے کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

میں نے کہا: کس جگہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے؟ کہنے لگے، اپنی صحیح میں انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے۔

میں نے کہا: مولوی جی کیا آپ نے صحیح ابن خزیمہ دیکھی ہوئی ہے؟ کہنے لگے کہ میں نے صحیح ابن خزیمہ نہیں دیکھی۔ میں نے کہا ,,مولوی جی! جب آپ نے دیکھی ہی نہیں تو پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس کو صحیح کہا ہے۔

کہنے لگے: ہمارے مولانا زبیر علی زئی نے لکھا ہے اور ایک کتاب ,,نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں،، جس کو مرتب ڈاکٹر شفیق الرحمٰن نے کیا ہے اور اس پر تحقیق وتخریج زبیر علی زئی نے کی ہے، اٹھائی اور اس کے صفحہ ۱۴۴ پر سے ذیل نمبر ۵ کو پڑھ کر سنانے لگے۔

میں نے کہا: مولوی جی! ہمیں تقلید کے طعنے دینے والے اپنے مولویوں کی تقلید کرنے لگے ہیں

جب آپ کے نزدیک تقلید حرام ہے تو جناب نے یہ حرام کام کیوں کیا؟

کیا آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ ایک تھالی کے بینگن کی طرح بدلنے والے اپنے مولوی کی تقلید کرسکیں۔؟

باقی امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا اس کو صحیح کہنا، تو یہ جھوٹ ہے۔

کہنے لگے: بالفرض محال، ہم تسلیم کرلیں کہ امام ابن خزیمہ نے اس کو صحیح نہیں کہا تو آپ بتائیں کہ اس کو ضعیف کس نے کہا ہے؟ اگر آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہے تو بیان کریں۔

میں نے کہا: مولوی جی! اس روایت کے بارے میں صحیح ابن خزیمہ کے محقق نے ہی لکھا ہے ,,اسنادہ ضعیف،،

کیونکہ اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل سئی الحفظ موجود ہے۔ امام ابن خزیمہ نے اس روایت کو صحیح نہیں کہا کیونکہ اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے اگر آپ کہیں تو میں اس کی سند پڑھ کر آپ کو سناتا ہوں یا لکھ دیتا ہوں، آپ ابھی اپنے کسی بڑے کو فون کریں جس کے پاس صحیح ابن خزیمہ ہے اور اس کے ضعف کے بارے میں پوچھ لیں۔

میں نے سند پڑھ کر سنائی تو کہنے لگے کہ آپ کو اس سند کے کس راوی پر اعتراض ہے؟

میں نے کہا کہ میں کون ہوتا ہوں جو کسی راوی پر اعتراض کروں، اس کی سند میں ایک راوی ہے مؤمل بن اسماعیل جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے منکر الحدیث کہا ہے اور اس بات کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے معرفۃ الرواۃ صفحہ ۱۸۰ پر اور میزان الاعتدال میں اس کے ترجمہ میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تھذیب التھذیب میں اور حافظ یوسف المزی رحمہ اللہ نے تھذیب الکمال میں امام بخاری رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے۔

کہنے لگے کہ ہمارے پاس اور بھی صحیح حدیث موجود ہے جس کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے

مسند میں روایت کیا ہے اور اسی کتاب ,,نماز نبوی ۔۔۔۔،، سے ترجمہ پڑھ کر سنا دیا اور کہا کہ اس کو حافظ ابن عبد البر اور علامہ عظیم آبادی نے صحیح کہا ہے۔

میں نے کہا: مولوی جی! اس کی سند بھی جناب پڑھ نہیں سکتے کیونکہ اس کا عربی متن بھی آپ کے پاس نہیں ہے ورنہ عربی متن پڑھ کر ترجمہ کرتے، پھر پڑھ بھی اسی کتاب سے رہے ہیں جس نے کوئی حوالہ نہیں بیان کیا کہ حافظ ابن عبد البر نے کہاں اس کو صحیح کہا ہے۔ ابن عبد البر نے التمہید میں اس روایت کو ذکر کیا ہے لیکن اس طریق سے جس میں ,,علی صدرہ،، کی زیادت نہیں، لیکن وہاں بھی اس کو صحیح نہیں کہا۔

باقی رہا عظیم آبادی، تو وہ ہے کون؟ وہ تو جناب کا ہی بڑا ہے۔ اگر اس نے اس کو عون المعبود جلد۲ صفحہ ۳۲۵ پر صحیح کہا ہے تو اس کا صحیح کہنا معتبر نہیں کیونکہ وہ تو خود غیر مقلد ہے۔ اپنی دلیل سمجھتے ہوئے اور اصول حدیث سے صرف نظر کرتے ہوئے اگر وہ اس کو صحیح کہہ رہا ہے تو یہ کیسے معتبر ہو سکتا ہے جبکہ اس کی سند میں ایک راوی سماک بن حرب مضطرب الحدیث ہے، جس کو جناب کے امام ابن حزم نے ,,المحلی بالآثار،، میں ضعیف کہا ہے اور ایک راوی قبیصہ بن ہلب مجہول ہے۔

پھر اٹھے اور سنن ابوداؤد پکڑی، اس کو کھول کر اس سے حضرت طاؤس والی روایت پڑھنے لگے اور ساتھ ترجمہ کیا۔

اس وقت مجھے تعجب پر تعجب ہوا کہ یہ روایت تو مراسیل ابوداؤد کی ہے اور یہ سنن ابوداؤد سے پڑھ رہے ہیں میں نے کتاب طلب کی جب اس کو دیکھا تو وہ غیر مقلدین کے ادارہ دار السلام کی شائع کردہ تھی، میں نے کہا کہ یہ روایت سنن ابوداؤد کی نہیں ہے بلکہ یہ غیر مقلدین نے اپنی طرف سے سنن میں داخل کی ہے کیونکہ یہ حدیث تو مراسیل ابوداؤد کی ہے۔ اس کو صرف اس لیے سنن ابوداؤد میں داخل کیا گیا ہے کہ لوگ جب ہم سے سوال کرتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ

صحاح ستہ میں سے حدیث دکھاؤ؟

کیونکہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی کوئی روایت ہمارے پاس صحاح ستہ میں نہیں اسلئے اگر ہم سے بھی یہی سوال کیا جائے کہ تم اس بارے میں صحاح ستہ سے حدیث دکھاؤ، تو ہم مجبور ہو جائیں گے، لہذا اپنی اس مجبوری کو دور کرنے کے لیے غیر مقلدین نے بددیانتی کرتے ہوئے مراسیل کی روایت کو سنن میں شامل کر دیا ہے تا کہ ہمارے مولوی کم علم لوگوں کو بہکانے میں کامیاب ہو سکیں۔

پھر یہ روایت مرسل ہے اور تمھارے مولوی لکھتے ہیں کہ مرسل حجت نہیں، مزید برآں یہ مرسل صحیح بھی نہیں کیونکہ اس میں ایک راوی مجروح ہے، امام بخاری نے اس پر جرح کی ہے۔ اور ایک راوی مدلس ہے اور وہ عن کے ساتھ روایت کر رہا ہے اور مدلس کا عنعنہ بالاتفاق محدثین مردود ہوتا ہے۔

اس وقت مولوی عبدالرحمٰن عزیز کی حالت قابل دید تھی، ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا۔ محترم سجاد صاحب مولوی جی کو کہنے لگے کہ آپ تو بہت بڑے دعوے کرتے تھے کہ ہمارے پاس ہر مسئلہ میں صحیح احادیث موجود ہیں اب وہ صحیح احادیث کہاں گئیں، پیش کیوں نہیں کرتے ؟

میں نے کہا: مولوی جی! اگر کوئی اور آپ کے پاس اس مسئلہ میں دلیل ہے جو صحیح ہو تو پیش کریں لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ نے اپنے ترکش کے سارے تیر پھینک دیے ہیں، اب آپ کے پاس کچھ نہیں ہے۔

کہنے لگے نہیں اور کوئی نہیں لیکن آپ میرے ساتھ فاتحہ خلف الامام یا رفع الیدین کے مسائل میں سے کسی مسئلہ پر گفتگو کریں۔

میں نے کہا: مولوی جی! جب آپ کے پاس کتب احادیث میں سے اکثر کتب موجود نہیں اور

اصول اور اسماء الرجال کا تو نام بھی اجنبی ہے، جناب کے ساتھ بات کیسے ہو سکتی ہے۔

کہنے لگے: کوئی بات نہیں آپ گفتگو کریں، ان کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ ادھر ان کی نماز عصر کی اذان کا وقت ہو گیا۔ طے پایا کہ نماز کے بعد ان دونوں مسائل میں سے کسی ایک پر بحث ہو گی۔

ہم نے کہا: ٹھیک ہے، آپ نماز پڑھیں، ہم اس وقت تک آتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک ابھی عصر کی نماز کا وقت شروع نہیں ہوا اس لیے آپ نماز پڑھیں، بعد میں پھر بات ہو گی۔ وہ نماز کے لیے تیاری کرنے لگے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو کچھ دیر بعد ہم بھی آ گئے۔

جب ہم دوبارہ مسجد میں داخل ہوئے تو وہ نماز سے فارغ ہونے کے باوجود ابھی تک نیچے اپنے نمازیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے محو گفتگو تھے اور حالات کافی ناساز گار محسوس ہو رہے تھے۔ بہر حال ہم اوپر ان کے کمرے میں چلے گئے لیکن وہ وہاں ہی بیٹھے رہے۔

کافی دیر بعد کسی کے اوپر آنے کی آواز آئی، جب وہ سامنے آئے تو وہ محترم جناب سجاد صاحب تھے جو اکیلے تھے۔ جب ہمارے پاس آئے تو کہنے لگے کہ آئیں جی چلیں۔ ہم نے کہا کیوں؟ انہوں نے تو چیلنج کیا تھا کہ دوسرے مسئلہ پر گفتگو کرو، اب کیا ہوا؟

سجاد صاحب کہنے لگے کہ نماز کے بعد میں نے سارے نمازیوں کے سامنے بات کی ہے تو نمازیوں کے مشورے سے طے یہ پایا ہے کہ ہمارے خطیب صاحب آپ کے سوالات کے جوابات نہیں دے سکتے لہذا خطیب صاحب سے نہیں بلکہ اب ہم آپ کے ساتھ اپنے پروفیسر صاحب کی بات کروائیں گے اور اسی مسئلہ یعنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں۔ وہ پروفیسر صاحب سے رابطہ کرنے لگے ہیں ہم آپ کو لے کر ان کے پاس جائیں گے اور وہاں گفتگو ہو گی۔ میں نے کہا کہ کون سے پروفیسر صاحب ہیں؟ تو سجاد صاحب کہنے لگے کہ مجھے

ان کے نام کا تو علم نہیں۔

پس اس دن کا بقیہ حصہ اور رات اسی آس میں گذر گئی کہ کب بلاوا آتا ہے اور غیر مقلدین کے بڑوں سے آمنا سامنا ہو گا۔

لیکن جب ۲۹ جون بروز منگل کی صبح ہوئی تو محترم سجاد صاحب آئے اور کہنے لگے کہ آپ ان کے پاس نہیں جائیں گے بلکہ وہ یہاں پر آئیں گے۔

میں نے کہا کہ سجاد صاحب اگر وہ یہاں پر آتے ہیں تو یہاں پر تو ہمارے پاس کتب نہیں ہیں اور ہو سکتا ہے کہ یہاں سے کتب دستیاب بھی نہ ہو سکیں جن کی ہمیں ضرورت پڑے گی۔

گفتگو کیلئے آپ دو یا تین دن کا وقت لے لیں، ہم بھی اپنی کتب منگوا لیتے ہیں۔ کیونکہ اس علاقہ میں اپنے علماء سے ہماری واقفیت نہیں ہے اور ہمیں علم نہیں کہ یہاں کس کے پاس ہمیں اپنی مطلوبہ کتب ملیں گی۔

سجاد صاحب وہاں کے غیر مقلدین کے ساتھ مشورہ کرنے کے لیے چلے گئے جب واپس آئے تو کہا کہ آپ اپنی مطلوبہ کتب کے نام لکھ دیں، پروفیسر صاحب کہہ رہے ہیں کہ ان سے کتابوں کے نام لکھوا لیں اور جو آدمی ہمیں لینے آئے گا وہ اس فہرست کو بھی ساتھ لیتا آئے ہم وہ کتب ساتھ لے آئیں گے اور ساتھ ساتھ یہ انکشاف بھی ہو گیا کہ وہ چھپے رستم پروفیسر طالب الرحمٰن شاہ ہیں۔

ہم نے چند کتابوں کے نام لکھ دیے جن کی تعداد تقریباً تیرہ چودہ تھی جن میں اکثریت اسماء الرجال اور اصول حدیث کی تھی۔

محترم جناب ارشد صاحب کہنے لگے کہ یہاں پر اپنے علماء سے رابطہ کر لینا چاہیے تا کہ اگر کسی اور کتاب کی ضرورت پڑے تو ان سے منگوالی جائے۔ اس سلسلے میں ہم مرکزی جامع مسجد غوثیہ

کشمیری بازار مری میں گئے وہاں پر ایک حضرت صاحب، جو حفظ کی کلاس کو پڑھا رہے تھے، ان سے ملاقات ہوئی۔ وہ ہمیں دفتر میں لے کر آئے اور ہمارے ساتھ بڑی شفقت و محبت کے ساتھ پیش آئے۔ ان کا جذبہ دیکھ کر میرے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ اللہ تعالی ہمارے تمام علماء کو ان جیسا جذبہ صادقہ عطا فرمائے۔

انہوں نے محترم جناب حضرت علامہ مولانا سید محمد رضاء المصطفے شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی سے رابطہ کیا جو کہ وہاں کے مرکزی خطیب تھے لیکن وہ اس وقت کسی کام کے سلسلے میں کہیں دور تھے۔ انہوں نے اپنے ایک دوست کو ہمارے ساتھ بھیجا اور ہمیں محترم المقام حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالرزاق چشتی مدظلہ العالی کے پاس بھیجا، ظہر کی نماز ہم نے وہاں ان کی اقتدا میں ہی ایک مسجد میں ادا کی۔

نماز سے فراغت کے بعد عمومی گفتگو کے دوران ہی ان کے صاحبزادہ صاحب بھی تشریف لے آئے جن کا نام مجھے یاد نہیں ہے انہوں نے نماز ادا کی اور بعد میں مختصر تعارف ہوا جس سے معلوم ہوا کہ وہ دارالعلوم محمدیہ بھیرہ شریف کے فاضل شاہین ہیں۔

انہوں نے ہمیں مزید تسلی دی اور کہا کہ ہم بھی انشاء اللہ العزیز نماز مغرب ادا کرنے کے بعد غیر مقلدین کی مسجد طیبہ میں آجائیں گے۔ وہاں سے ملاقات کرنے کے بعد ہم واپس آگئے اور عصر کی نماز کے قریب ہمارے ایک دوست محترم جناب شفیق الرحمٰن صاحب جو کہ ہری پور ہزارہ کے رہنے والے ہیں اور راولپنڈی میں کام کے سلسلے میں رہتے ہیں وہ بھی تشریف لے آئے۔ انکے ساتھ محترم جناب حافظ غلام شبیر قادری صاحب بھی تشریف لائے جن سے میری پہلی ملاقات تھی۔ شفیق الرحمٰن قادری صاحب سے بھی بالمشافہ ملاقات تو پہلی ہی تھی لیکن خط و کتابت کے ذریعے اکثر رابطہ رہتا تھا۔

میرے فون کرنے پر آپ تشریف لائے۔ ایک دوست جناب محترم المقام فیصل خاں صاحب جو کہ راولپنڈی کے رہنے والے ہیں اور علم دین سے سچی محبت رکھنے والے ہیں، ان کو بھی فون کیا تھا کیوں کہ ان کے پاس ایک کتاب کا قلمی نسخہ موجود تھا اور اس کی ضرورت بھی محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ ابھی تک نہیں پہنچ سکے تھے۔

جب مغرب کی آذان ہونے لگی اس وقت ہم سجاد صاحب کے گھر میں ہی تھے، وہاں سے ہی ہم نے وضو کر کے نماز ادا کی۔ ابھی ہم نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ محترم جناب سجاد صاحب تشریف لائے اور کہنے لگے کہ شاہ صاحب آگئے ہیں، آپ بھی چلیں۔

ہم چاروں دوست ,, جناب محمد ارشد بٹ صاحب، جناب شفیق الرحمٰن صاحب، جناب حافظ غلام شبیر قادری صاحب اور فقیر، جناب محترم سجاد صاحب کی معیت میں غیر مقلدین کی مسجد طیبہ کی طرف چل پڑے۔ جب ہم مسجد میں داخل ہوئے تو عجیب سماں تھا کہ تقریبا چالیس کے قریب آدمی مسجد میں موجود تھے اور کچھ گاؤ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کچھ ویسے ہی بیٹھے ہیں۔

جب ہم جا کر بیٹھ گئے، ایک غیر مقلد صاحب کہنے لگے کہ پہلے تعارف ہو جائے تا کہ گفتگو میں مزید آسانی ہو سکے۔

اس نے اپنے لوگوں کا تعارف کرواتے ہوئے جب پروفیسر صاحب کا تعارف کروایا تو کہنے لگا : یہ پروفیسر سید طالب الرحمٰن شاہ ہیں جنہوں نے حدیث میں پی، ایچ، ڈی، کی ہوئی ہے۔

ہماری طرف سے جناب سجاد صاحب نے تعارف کروایا، تعارف ہو جانے کے بعد میں نے کہا کہ جو کتابیں میں نے لکھ کر دی تھیں اور جن کو لانے کا جناب شاہ صاحب نے وعدہ کیا تھا وہ کہاں ہیں؟ ادھر سے شاہ صاحب یوں گویا ہوئے کہ وہ کتابیں جن کے آپ نے نام لکھ کر

دیئے تھے وہ میرے پاس نہیں تھیں۔

ہمیں بڑی حیرانگی ہوئی کہ حدیث میں پی، ایچ، ڈی کرنے والا آدمی ہو اور اس کے پاس یہ کتابیں نہ ہوں! سبحان اللہ۔ اس کے ساتھ غیر مقلدین کا ایک نامور مناظر بھی۔

اس وقت مجھے یہ شعر یاد آ گیا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خوں بھی نہ نکلا

ان شاہ صاحب کا تو غیر مقلد مولویوں میں بڑا نام سنتے تھے اور مناظروں میں ان کو بہت دور دور تک بلایا جاتا ہے اگر ان کے پاس یہ کتابیں نہیں ہیں تو یہ مناظرے کیسے کر لیتے ہیں؟

خیر ہم نے کہا کہ کتب کے بغیر تو بات نہیں ہو سکے گی کیوں کہ آپ اپنے مطلب کی چند کتابیں لے آئے ہیں لیکن جن کی ہمیں ضرورت ہے وہ آپ لائے نہیں۔

اگر ہم کوئی حوالہ دیں گے تو آپ اس پر شور مچانا شروع کر دیں گے کہ اس میں یہ بات نہیں ہے یا پھر ہم وہ کتاب دیکھیں گے تو پتہ چلے گا۔ اس طرح تو بات نہیں ہو سکتی۔ آپ مناظرہ کے لئے کوئی اور وقت مقرر کریں، دو یا تین دن کا، ہم اپنی کتابیں منگوا لیتے ہیں پھر بات کریں گے۔

غیر مقلدین کے مناظر طالب الرحمٰن شاہ بولے: ایسی کوئی بات نہیں، آپ بات شروع کریں ہم نے وہ کتابیں از بر کی ہوئی ہیں۔

میں نے کہا: شاہ جی! آپ کے پاس وہ کتابیں ہیں ہی نہیں تو آپ نے ان کو از بر کیسے کر لیا؟

کچھ وقت اسی بحث مباحثہ میں گزر گیا لیکن سجاد صاحب کے کہنے پر ہمیں بات شروع کرنی پڑی۔ بات شروع ہونے سے پہلے میں نے کہا: شاہ جی! آپ کو اس بات کا تو علم ہو گا کہ بات کس

مسئلہ پر ہونی ہے لیکن باوجود اس کے میں وہ تحریر آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں جو ہم کو دی گئی ہے، اس پر اس مسجد کے خطیب عبد الرحمٰن عزیز جو کہ یہاں بیٹھے ہیں، انہوں نے دستخط کیے ہوئے ہیں، وہ یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم قرآن مجید اور احادیث صحیحہ، صریحہ، مرفوعہ کی روشنی میں سینہ پر نماز میں ہاتھ باندھنا ثابت کریں گے۔

لہذا اس مسئلہ پر آپ کے پاس جو ان شرائط کے مطابق دلائل موجود ہیں وہ بیان کریں۔

طالب الرحمٰن شاہ صاحب نے خطبہ پڑھنے کے بعد بخاری شریف کو پکڑا اور کہنے لگے: یہ میرے ہاتھ میں صحیح بخاری شریف ہے میں اس سے یہ بات ثابت کروں گا کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت ہے اور درج ذیل حدیث پڑھنے لگے۔

حدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالک عن ابی حازم عن سهل بن سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعه الیسری فی الصلاة ..... الخ

کہنے لگے، میں نے جو حدیث پڑھی ہے وہ بخاری شریف،، **کتاب الاذان باب وضع الیمنی علی الیسری**،، میں موجود ہے۔

حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں

اور ساتھ ہی کھڑے ہو کر کلائی پر کلائی رکھ کر حاضرین کو سمجھانے لگے کہ یہ دیکھیں جب اس طرح ہاتھ رکھے جائیں گے تو ہاتھ آسانی سے سینہ پر آئیں گے، لہذا ثابت ہوا کہ نماز میں سینہ

پر ہاتھ رکھنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے نہ کہ زیر ناف باندھنے کا، اور یہ حدیث بخاری شریف کی صحیح حدیث ہے۔اتنی دیر میں ان کا وقت ختم ہو گیا۔

میں نے خطبہ پڑھنے کے بعد کہا: شاہ جی! کیا یہ حدیث جو آپ نے پڑھی ہے یہ اس تحریر کے مطابق دلیل بننے کے قابل ہے جو میں نے آپ کو پڑھ کر سنائی ہے اور جس پر جناب کے ہمنواؤں نے دستخط کیے ہوئے ہیں اس تحریر میں ایک لفظ یہ بھی موجود ہے کہ ,,صریحہ،، یعنی جو بھی حدیث بیان کی جائے گی وہ صریح بھی ہوگی۔

کیا اس میں صراحت ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کا رسول اللہ ﷺ حکم فرماتے تھے؟ یہ حدیث جو جناب نے پڑھی ہے اس مسئلہ میں صریح نہیں ہے، پھر جو آپ اس سے مطلب نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ حدیث سینہ پر ہاتھ باندھنے کی دلیل ہے اور اس طرح آسانی سے ہاتھ سینے پر آجاتے ہیں۔

شاہ صاحب! یہ کسی عام کتاب کی حدیث نہیں کہ محدثین کرام کی نظروں سے اوجھل رہی ہو بلکہ صحیح بخاری کی حدیث ہے جس کی کئی شروحات موجود ہیں، ابتدائی شروحات سے لے کر آج تک کی شروحات میں کسی بھی محدث وعالم نے اس حدیث کا یہ مفہوم بیان نہیں کیا جو آپ کر رہے ہیں۔

کیا آج تک کسی محدث کی سوچ میں یہ بات نہ آئی جو پندرھویں صدی کے غیر مقلدین کی سمجھ میں آئی ہے کہ اس سے سینہ پر ہاتھ باندھنا ثابت ہوتا ہے۔صحیح بخاری کی کسی بھی شرح سے کسی بھی محدث کا قول آپ نہیں دکھا سکتے کہ کسی نے کہا ہو کہ یہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی دلیل ہے۔

پھر شاہ جی جناب اس حدیث کے خلاف عمل بھی کر رہے ہیں کہ جناب نے ہاتھ کلائی پر نہیں رکھا بلکہ کلائی پر کلائی رکھی ہے جس کا اس حدیث میں ذکر ہی نہیں، لہذا یہ کبھی بھی سینہ پر ہاتھ

باندھنے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

ہماری تقریر کا وقت ختم ہونے کے بعد شاہ جی پھر کھڑے ہوئے اور اسی حدیث مبارکہ کو اپنی دلیل بنانے کی کوشش میں لگ گئے اور کہنے لگے کہ ذراع گٹ سے لیکر کہنی تک ہوتا ہے، کبھی کوئی انداز اور کبھی کوئی انداز اختیار کرنے لگے۔

اسی دوران جناب سجاد صاحب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: شاہ صاحب! اس حدیث سے تو ہاتھ سینہ پر جانے کی بجائے زیر ناف آسانی سے آتے ہیں، کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ ذراع پر اور جیسا کہ آپ نے کہا کہ گٹ سے لیکر کہنی تک ذراع ہے لہذا جب ہاتھ اس طرح رکھیں جائیں (اور انہوں نے ہاتھ کو گٹ پر اس انداز میں رکھا کہ انگلیاں کلائی پر تھیں) تو دیکھیں ہاتھ آسانی کے ساتھ زیر ناف آتے ہیں

لہذا یہ روایت تو زیر ناف ہاتھ باندھنے کی دلیل بن سکتی ہے نہ کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی۔

شاہ جی چلتے ہوئے سجاد صاحب کے پاس آئے جو کہ ہمارے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے اور کہنے لگے کہ دیکھیں آپ کے ہاتھ زیر ناف تو نہیں گئے بلکہ ناف آپ کی ہاتھوں کے نیچے ہے تو انہوں نے شاہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر ان کی انگلی اپنی ناف پر رکھتے ہوئے کہا کہ میری ناف اوپر ہے اور ہاتھ نیچے ہیں لہذا یہ تو زیر ناف ہاتھ باندھنے کی دلیل ہے۔

شاہ صاحب پریشانی کے عالم میں واپس اپنی جگہ پر آئے اور پھر کلائی پر کلائی رکھتے ہوئے ہاتھوں کو رکھا اور کہنے لگے کہ دیکھو یہ ہاتھ سینہ پر آسانی سے آتے ہیں۔

اب میں بھی کھڑا ہوا اور شاہ جی کے قریب جا کر کہا کہ شاہ جی کیا جہاں آپ کے ہاتھ ہیں وہ آپ کا سینہ ہے؟

تو کہنے لگے: دیکھو یہ سینے پر ہیں۔ میں نے کہا شاہ جی! یہ سینہ نہیں بلکہ سینہ کی حد یہ ہے اور اپنی

انگلی شاہ جی کے سینہ کی حد پر رکھی اور کہا کہ جناب کا سینہ یہاں سے شروع ہوتا ہے اور جناب کے ہاتھ نیچے ہیں۔ تو شاہ جی نے اکڑ کے ہاتھوں کو اوراوپر کیا اور کہنے لگے کہ یہ لو سینہ پر چلے گئے۔ میں نے کہا کہ شاہ جی کیا نماز میں اکڑنے کا حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں جب کھڑے ہوں تو اکڑ کر کھڑے ہوں؟

جب شاہ جی نے دیکھا کہ یہاں میری دال نہیں گل سکتی بلکہ الٹا میرے جھوٹ ہی ظاہر ہو رہے ہیں تو فوراً بولے کہ میں دوسری حدیث پیش کرتا ہوں۔

ہم نے کہا: بسم اللہ، آپ کے پاس اس مسئلہ میں جو صحیح صریح مرفوع حدیث ہے آپ پیش کریں۔

شاہ جی نے دو صفحات جو کہ فوٹو کاپی تھی وہ پکڑے اور کہنے لگے کہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یہ روایت بیان کی ہے۔

تو میں ان کی گفتگو کے درمیان ہی بول پڑا کہ شاہ جی! کیا یہ کوئی نئی مسند امام احمد آگئی ہے جو کہ صرف دو صفحات کی ہے؟ آپ مناظرہ کرنے آئے ہیں اصل لے کر آنی تھی، لہذا اصل سے بیان کریں۔

کہنے لگے کہ میرے پاس اصل نہیں تھی اس لیے میں نے کسی دوست سے لے کر فوٹو کاپی کروائی ہے۔ میں نے کہا کہ عجب بات ہے کہ آپ نے حدیث میں پی ایچ ڈی کیا ہے اور آپ کے پاس کتابیں بھی نہیں!!

اتنی دیر میں مری کی جامع مسجد غوثیہ کشمیری بازار کے خطیب جناب حضرت علامہ مولانا سید محمد رضاء المصطفےٰ شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی بھی اپنے چند دوستوں کے ہمراہ تشریف لے آئے جن میں قبلہ مفتی صاحب کے صاحبزادہ صاحب بھی تھے۔

شاہ جی کہنے لگے: یہ کوئی ضروری نہیں کہ مناظرے میں اصل سے پڑھا جائے۔ میں نے کہا شاہ جی اپنے مناظروں کے مناظرے آپ نے نہیں دیکھے سنے جو کہ اصل کا مطالبہ کرتے ہیں جیسا کہ قبلہ سیدی وسندی حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی صاحب زاداللہ عزہ وشرفہ الی یوم المعاد کے ساتھ ہونے والے مناظرے میں غیر مقلدین کے مناظر نے اس کا مطالبہ کیا تھا حالانکہ قبلہ استاذ محترم نے اصل کتاب ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔

بہر حال شاہ جی نے روایت پڑھنی شروع کی تو میں نے کہا حضرت اس کی سند بھی پڑھیں، تو پڑھنے لگے ,,حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا یحی بن سعید عن سفیان حدثنی سماک عن قبیصہ بن ہلب عن ابیہ قال رأیت النبی ﷺ ینصرف عن یمینہ وعن یسارہ ورأیتہ قال یضع ھذہ علی صدرہ ... الحدیث.

ترجمہ کیا کہ حضرت ہلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں,, میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز سے دائیں اور بائیں پھرے اور آپ ﷺ نے نماز میں ہاتھ سینہ پر رکھے تھے,,۔

لہذا ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے اور اس روایت کی سند کے بارے میں ان کے حنفی عالم نیموی نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

میں اپنی ٹرن کے لیے کھڑا ہوا، میں خطبہ کے بعد کہا: شاہ جی! پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ روایت غیر صریح ہے اور ہماری شرائط میں صریح روایت پیش کرنا بھی موجود ہے کیونکہ اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے نماز میں ہاتھوں کو سینہ اقدس پر رکھا تھا بلکہ یہ غیر نماز کا واقعہ ہے جیسا کہ جناب نے بھی کہا ہے کہ آپ ﷺ نماز سے دائیں اور بائیں پھرے تو یہ پھرنے کے بعد کا واقعہ ہے اور پھر اس کی سند میں ایک راوی ہے جس کا نام ہے سماک بن حرب جیسا کہ جناب نے بیان کیا اور یہ راوی ضعیف ہے۔ جیسا کہ حافظ ذھبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں,, کان

شعبة يضعفه وقال ابن المبارک ضعيف الحديث وقال ابن خراش فی حديثه لين يضعفه سنان (معرفة الرواة صفحه ۱۰۴) یعنی امام شعبہ نے اس کی تضعیف کی ہےاور امام ابن المبارک نے کہا کہ یہ ضعیف الحدیث ہےاور امام ابن خراش نے کہا کہ اس کی روایت میں کمزوری ہےاور سنان بھی اس کی تضعیف کرتے تھے۔لہذا ثابت ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس میں یہ راوی ضعیف ہے، پھر یہ راوی تلقین بھی قبول کرتا ہے جیسا کہ جناب کے امام ابن حزم ظاہری نے بھی لکھا ,,هو يقبل التلقين شهد عليه شعبة،، (المحلی جلد اصفحہ ۱۷۵اور جلد ۶ صفحہ ۱۸۶ پر لکھا کہ ضعیف ہے) لہذا ثابت ہوا کہ یہ جناب کے بڑوں کے نزدیک بھی ضعیف ہے تو اس کی روایت بھی ضعیف ٹھہری۔

شاہ صاحب پھر کھڑے ہوئے اور علامہ نیموی کی بات پر زور دینے لگے ساتھ نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اس نے ان محدثین کے اقوال کو شیر مادر سمجھ کر پی لیا ہے جنہوں نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

میں ان کی ٹرن میں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ ,, لعنة الله على الكاذبين،، جھوٹوں پر اللہ تعالی کی لعنت ہو، شاہ جی! میں نے جس کتاب کے حوالے سے اس پر جرح کی ہے اگر میرے بیان کردہ الفاظ کے علاوہ اس کتاب میں کسی محدث کا اس کو ثقہ کہنا ثابت کردیں تو میں ابھی شکست لکھ کر دینے کے لیے تیار ہوں، یہ آپ نے جھوٹ بولا ہے۔

بیان کریں کس محدث کا قول اس کتاب میں لکھا ہے کہ اس نے ثقہ کہا ہے؟ نہیں تو کسی کتاب سے بیان کریں کہ فلاں نے اس کو ثقہ کہا ہے اور اس کا حوالہ بھی بیان کریں۔

ادھر ادھر کی مارنے کے بعد کہنے لگے کہ آپ جانتے ہیں کہ اسم،اء الرجال کی صرف ایک ہی کتاب نہیں ہے اور کئی کتابیں ہیں جیسا کہ تھذیب التھذیب، میزان الاعتدال وغیرہ وغیرہ

۔ میں نے کہا: بیان تو کریں کہ کس نے اس کو ثقہ کہا ہے لیکن دم ٹوٹ چکا تھا پھر علامہ نیموی رحمہ اللہ کے قول کی طرف دوڑے کہ دیکھیں حنفیوں کے محدث نے کہا ہے کہ یہ حسن ہے میں نے کہا شاہ جی! علامہ نیموی کے حسن کہنے کو چھوڑیں آپ نے جو کہا ہے کہ میں درمیان سے محدثین کے اقوال پی گیا ہوں اب آپ اس کو ثابت کریں ورنہ توبہ کریں کیونکہ جناب نے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹوں پر اللہ تعالی نے لعنت کی ہے۔ کچھ دیر اسی بات پر بحث مباحثہ ہوتا رہا لیکن پھر سجاد صاحب کے کہنے پر شاہ جی کو وقت دے دیا گیا۔

(صرف اس لئے کہ آج دیکھ لیں کہ ان میں کتنا دم ہے)

کہنے لگے کہ یہ حسن ہے اور حسن صحیح کی قسم میں سے ہوتی ہے جیسا کہ بیٹا بھی باپ سے ہوتا ہے اور بیٹی بھی باپ سے ہوتی ہے اسی طرح حسن بھی صحیح کی ایک قسم ہے اور ان کے امام نیموی نے اس کو حسن کہا ہے۔ اسی بات پر تکرار کرتے ہوئے شاہ جی نے اپنا وقت مکمل کیا۔

میں نے اپنے وقت میں خطبہ کے بعد کہا: واہ شاہ جی! کیا غیر مقلدین مردوں سے جنم لینے لگے ہیں کہ بیٹا اور بیٹی باپ سے ہونے لگے؟

فورا بولے نہیں، نطفہ باپ کا ہوتا ہے۔ میں نے کہا: شاہ جی! آپ نے پہلے نطفہ کا ذکر نہیں کیا۔

کہنے لگے: میں نے نطفہ کہا ہے۔ میں نے کہا: ابھی یہ ریکارڈ موجود ہے، سنو! اگر شاہ جی جناب نے کہا ہو کہ نطفہ باپ کا ہوتا ہے تو ابھی میں شکست لکھ کر دینے کو تیار ہوں لیکن آئیں بائیں شائیں کے علاوہ کچھ نہ کرسکے۔

میں نے پھر کہا: علامہ نیموی رحمہ اللہ نے کہاں اس کو حسن کہا ہے (تو میری ٹرن کے درمیان ہی کہنے لگے کہ آثار السنن میں) میں نے کہا: آثار السنن پیش کریں۔ کہنے لگے: میں لے کر نہیں آیا۔ میں نے کہا صرف اس لیے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے جہاں اس کی سند کو حسن کہا ہے

ساتھ ہی زیر ناف ہاتھ باندھنے کی روایت کو صحیح بھی کہا ہے اس لیے نہیں لائے کہ لوگوں کو علم نہ ہو جائے۔

ہاں سنو! اس کی سند میں ایک راوی قبیصہ بن ہلب بھی ہے جو کہ مجہول ہے لہذا یہ روایت غیر صریح ہونے کے باوجود ضعیف بھی ہے، پس ثابت ہوا کہ وہابیوں کے پاس کوئی بھی اس مسئلہ میں صحیح صریح اور مرفوع حدیث موجود نہیں اور تم رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہو، حدیث نبوی ﷺ پر عمل نہیں کرتے۔ اتنے میں ، سید رضاء المصطفے بخاری مدظلہ العالی کے ساتھ آئے ہوئے ایک آدمی نے نعرہ رسالت بلند کر دیا جس کے جواب میں تھوڑے ہونے کے باوجود ہمارے ساتھیوں نے یارسول اللہ ﷺ اس انداز میں کہا کہ مری کی بلند پہاڑیوں میں بھی اس کی آواز گونجتی ہوئی محسوس ہوئی

کچھ دیر بحث ومباحثہ کے بعد، کبھی ادھر کی کبھی ادھر کی مارنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے ساتھ دوسرے موضوع پر مناظرہ کرتے ہیں۔

تو سجاد صاحب جو کہ وہاں مری کے ہی مقیم ہیں اور ہمارے میزبان تھے اور اس وقت تک وہ غیر مقلد ہی تھے، انہوں نے کہا کہ شاہ جی آپ جھوٹ بولتے ہیں، آپ کے پاس ان کے اعتراضات کا کوئی جواب نہیں۔

قبلہ شاہ صاحب اور مفتی صاحب کے صاحبزادہ صاحب کے ساتھ بھی چند آدمی آئے تھے، وہ کہنے لگے کہ ٹھیک ہے جس موضوع پر چاہیں آپ کہیں ہم مناظرے کے لیے تیار ہیں لیکن لوگوں کے شور ڈالنے کی وجہ سے حالات نازک ہو چکے تھے، شاہ جی کبھی کوئی کبھی کوئی بات کر کے شور ڈالنے اور بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔

آخر میں کہنے لگے کہ ہمارا ان کے بڑوں کے ساتھ نیٹ پر مناظرہ ہو رہا ہے، ہم نے ان کو ایک

بار بھگا دیا ہے، میں نے کہا: شاہ جی! پھر جھوٹ بولتے ہیں، آپ نے کہیں جھوٹ بولنے میں تو پی ایچ ڈی تو نہیں کر رکھا؟ اس دن انٹرنیٹ پر بھاگے کون تھے اور مناظرہ کے روم سے علیحدہ روم میں کون جا کے بیٹھ گئے تھے، شاہ جی! یاد رکھو، وہ میرے استاذ محترم ہیں جن کے کسی بھی اعتراض کا غیر مقلدین کا کوئی مولوی بھی جواب نہیں دے سکتا، میں نے دیکھ لیا ہے کہ تم کتنے پانی میں ہو اور خود بھی یاد رکھنا اور اپنے حواریوں اور انصاریوں کو بھی بتا دینا۔

وہ اور ہوں گے جن کو ڈبو دیا تو نے

آئندہ ہماری راہوں میں نہ آنا بھنور بن کر (بتصرف)

سجاد صاحب ہمیں کہنے لگے کہ نہیں مجھے پتہ چل چکا ہے آپ چلیں مجھے علم ہو گیا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

ہم اس بات پر تیار تھے کہ کسی بھی موضوع پر مناظر کر لیں لیکن زبردستی سجاد صاحب ہمیں لے گئے اور کہنے لگے کہ دیکھیں میرے لئے یہاں کئی مسائل ہیں، ایک تو یہ کہ یہاں میرے والد صاحب ان میں موجود ہیں، میں زیادہ سخت بحث نہیں کر سکتا اسلئے آپ برائے مہربانی چلیں۔ اپنا میزبان خیال کرتے ہوئے چاروناچار ہم ان کے ساتھ غیر مقلدین کی مسجد سے نکل آئے۔

قبلہ سید رضاء المصطفے شاہ صاحب بخاری اور قبلہ مفتی صاحب کے صاحبزادہ صاحب نے ایک ہوٹل میں لے جا کر ہماری کافی خاطر تواضع کی اور ہمیں کچھ دیر رکنے کو بھی کہا لیکن ہم اپنی مصروفیات کی وجہ سے ان کے ہاں ٹھہر نہ سکے۔

سجاد صاحب نے بھی بعد میں ہمیں اپنے ساتھ دوسرے دن مری کے مختلف علاقوں کی سیر کروائی اور اپنی مصروفیات (کیونکہ وہ ایک دکاندار ہیں) کے باوجود ہمیں کافی وقت دیا۔

یاد رہے کہ غیر مقلدین میں سے ایک آدمی نے ٹیپ ریکارڈنگ کے ساتھ اس مناظرہ کو ریکارڈ

بھی کیا تھا لیکن آج تک کئی مرتبہ مطالبہ کرنے کے باوجود انہوں نے وہ ریکارڈنگ نہیں دی۔

اور ہم آخر میں یہ بھی لکھتے ہیں ,,اگر کسی غیر مقلد کو اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ ہو تو وہ ریکارڈنگ اپنوں سے حاصل کر کے سن سکتا ہے ,لیکن قیامت آجائے گی وہ اس ریکارڈنگ کو باہر نہیں آنے دیں گے،،۔(انشاء اللہ العزیز)

اگر میں نہ مانو والا معاملہ ہے تو جب چاہیں اپنے مولویوں کو اکھٹا کر لیں اور اس مسئلہ پر پھر سے گفتگو کر لیں۔

اس مناظرہ کے دعویٰ کی (غیر مقلد مولوی عبدالرحمٰن عزیز کے دستخط کے ساتھ) کاپی ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم قرآن مجید اور احادیث صحیحہ صریحہ مرفوعہ کی روشنی میں سینہ پر نماز میں ہاتھ باندھنا ثابت کریں گے۔

عبدالرحمن عزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روئیداد مناظرہ حافظ آباد

ستمبر ۲۰۰۴ کے اواخر کی بات ہے کہ حافظ آباد میں ہمارے ایک دوست جناب قاری محمد اجمل چشتی صاحب فقیر کے پاس مکتبۃ المدینۃ المنورۃ تشریف لائے اور چند صفحات پیش کر کے فرمانے لگے: ان کا جواب لکھنا ہے اور ساتھ ہی بتایا کہ یہ صفحات یہاں حافظ آباد کے غیر مقلدین کے مرکزی مدرسہ جوان کی مسجد مبارک سے متصل ہے، اس کے شیخ الحدیث کی طرف سے آئے ہیں۔ ان کا جواب تو فقیر نے قاری صاحب کے کہنے پر تین چار دنوں میں اختصار کے ساتھ تقریبا ستر (۷۰) صفحات میں لکھ دیا تھا اور ان کو بھیج بھی دیا تھا لیکن کئی دنوں کے انتظار کے بعد بعض ذرائع سے قاری صاحب نے خبر دی کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کا جواب ہم رمضان المبارک میں دیں گے لیکن رمضان المبارک بھی گزر گیا اور ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ ہی آنا تھا۔ اس کے بعد قاری صاحب کے ساتھ ان کی گفتگو مختلف طریقوں سے مختلف اوقات میں ہوتی رہی لیکن ایک دن قاری محمد اجمل چشتی صاحب نے مجھے فون کیا کہ آپ فلاں دن آئیں ان سے گفتگو کرنا ہے اور مسئلہ رفع الیدین ہے، اگر انہوں نے کوئی مناظر بلوایا تو آپ گفتگو کریں گے ورنہ میں خود ہی گفتگو کروں گا بہر حال ہم مقررہ وقت پر جب پہنچے تو ایک جگہ جو کہ مقرر کی گئی تھی وہاں گئے تو غیر مقلدین کے کچھ علاقائی مولوی تھے قاری صاحب نے خود ہی ان کے ساتھ گفتگو کی کافی طویل بحث ومباحثہ ہوا جس کے آخر میں تلخ کلامی بھی ہوئی لیکن پھر بعض لوگوں کی مداخلت کے بعد غیر مقلدین نے باقاعدہ مناظرہ کا چیلنج کر دیا اور موضوع ,,نماز میں ہاتھ باندھنے کا محل،، طے ہوا اور پانچ (۵) جنوری

۲۰۰۵ بروز بدھ بعد از نماز عشاء وقت مقرر ہوا۔

غیر مقلدین کی طرف سے دعوی لکھ کر ہمیں دے دیا گیا، ہم واپس آ گئے اور مناظرہ کی تیاریاں شروع ہو گئیں لیکن تاریخ مناظرہ سے چار پانچ دن قبل قاری صاحب نے فون پر اطلاع دی کہ وہ مناظرہ کرنے سے بھاگ رہے ہیں اور انہوں نے علاقائی کونسلر وغیرہ کو درمیان میں داخل کر کے مناظرہ سے بھاگنے کی کوششیں شروع کر دی ہیں لیکن ہم مناظرہ کریں گے یا ان سے شکست لکھوائیں گے، بہر حال آپ تیاری کریں۔ ہم نے چار (۴) جنوری کو تمام تر تیاریاں مکمل کر کے کتابیں وغیرہ بھی پیک کر لیں تو رات تقریبا (۱۱) گیارہ بجے قاری صاحب نے اطلاع دی کہ آپ کتابیں نہ لائیں وہ مناظرہ کرنے سے بھاگ گئے ہیں لیکن خود آ جائیں شاید وقت مقررہ پر وہ کوئی حرکت کریں۔ ہم کتابوں کے بغیر ہی چلے گئے لیکن ان کو نہ آنا تھا اسلئے نہ آئے۔ آج بھی ان کا لکھا ہوا دعوی ہمارے پاس ہے لیکن وہ مناظرہ کے لیے تیار نہیں

اس کے ساتھ ہی ہم کہتے ہیں کہ اپنے لکھے ہوئے اس دعوے کے مطابق غیر مقلدین قیامت تک مناظرہ نہیں کر سکتے۔ انشاء اللہ العزیز۔

دعوی کی فوٹو کاپی ملاحظہ ہو

ہمارا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible]

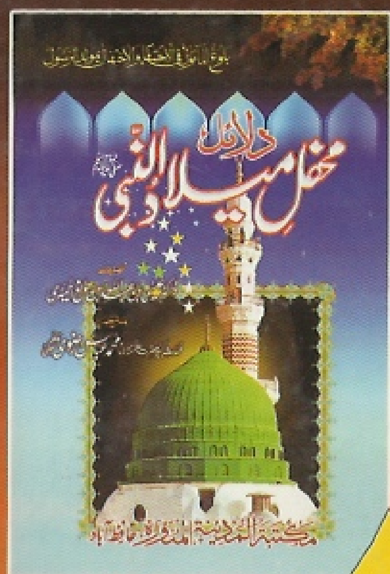
ہم اپنا دعویٰ قرآن اور صحیح مرفوع صریح احادیث

سے ثابت کریں گے انشاء اللہ

وقت - بعد عشاء 8 بجے

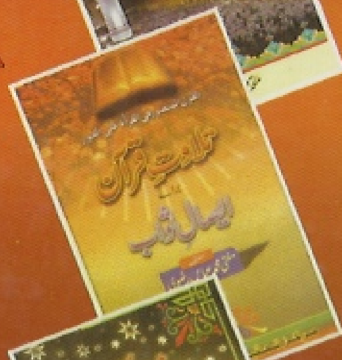
5 جنوری بروز بدھ 2005

[illegible]

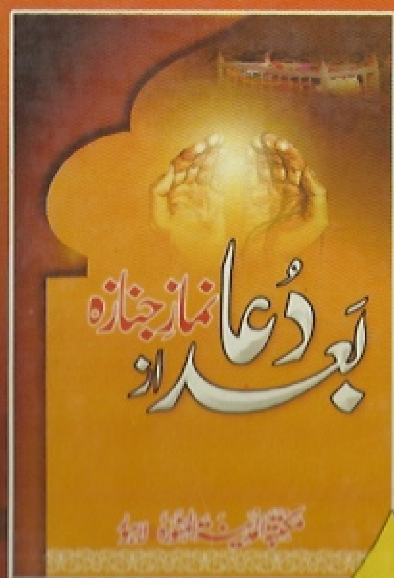












مکتبۃ المدینۃ المنورۃ
مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
0300-6522335